آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے + لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہمنے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۳

فہرست مضامین

"نہایت ضروری عرض"

اگرچہ بروئے قواعد رسالہ میگزین کا زرچندہ بجز خاص حالات کے پیشگی وصول ہو جانا چاہئیے لیکن بوجہ چند وجوہ
اس قاعدہ پر ابتک پورا عمل نہیں ہو سکا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ تاحال سنوات گذشتہ کا بہت بقایا قابل وصول
چلا آتا ہے۔ باوجود ہر طرح کے تقاضوں اور یاددہانیوں کے وصول ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہانتک کہ بعض باقیداران
کو بعد اطلاع ضابطہ کے وی پی بھیجے گئے تو عدم وصول واپس آئے۔ اس قسم کی کارروائی سے اول طوالت
کام دوئم بیفائدہ زیرباری خرچ متصور ہے! اور جانبین کیلیے ناحق کی مالی وجانی تکلیف ہے! اندرین حالات
پیشگی وصولی کے قاعدہ کی پوری پابندی کی سخت ضرورت پیش آئی ہے اور واقعی اسکا عملدرآمد بڑا مفید ہے
کیونکہ اس قاعدہ پر عمل کرنیکی صورت میں خریداران و دفتر ہذا کے مابین حساب بالکل صاف رہتا ہے اول حساب
مین کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی۔ دوئم اس طرح کی پیشگی وصولی سے کارخانہ ہذا کو بر وقت امداد ملجاتی ہے
سوئم بار بار کی خط کتابت۔ تقاضاؤں و یاددہانیوں کے بار عظیم سے سبکدوشی ہو جاتی ہے۔ چہارم
وی پی و خط کتابت وغیرہ کی زیرباری سے بچنے کے علاوہ طوالت کام کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ جس مین
خریداران کو بھی ایک گونہ سہولت ہے۔

لہذا سنوات گذشتہ کے مطالبہ کی بے باقی اور سال رواں کے زرچندہ کی پیشگی وصولی کی
یہ تجویز کی گئی ہے کہ جن خریداران کے ذمہ سنوات گذشتہ کا بقایا یا جن سے سال رواں کا
پیشگی چندہ ۱۰۔ اپریل تک قابل وصول رہ جاوے گا۔ ان سے چندہ بذریعہ وی پی وصول کیا
جاوے گا۔ جملہ باقیداران کو بر وقت اطلاع دیجاتی ہے کہ تاریخ مذکورہ سے پیشتر جسقدر رقوم زرچندہ
قابل وصول ہین وہ جلد تر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر بے باقی حساب مین کارخانہ کی مدد فرماوین
اور عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام۔

منیجر ریویو آف ریلیجنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعدد ازواج

تعدد ازواج کا لفظ ہی یورپ کو ایسا ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی آواز کو بھی سننا پسند نہین کرتے اور ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس مضمون پر بحث سنین یا اسکے فواید پر غور کرین اور اسکی ضرورت کے وجوہات پر فکر کرین ایک ایسا خیال ہے جسکا پورا ہونا قریبًا قریبًا ناممکن ہے۔ اس سخت تعصب کیوجہ سے وہ لوگ جنکو ابتدا سے ہی یہی تعلیم ملتی چلی آئی ہے کہ تعدد ازواج جیسی بری بات دنیا مین کوئی نہین کبھی اس امر کے متعلق صحیح نتیجہ پر نہین پہنچ سکتے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جو زنا جیسی سیاہ کاری کو معمولی نگاہ سے دیکھتے اور ایک تہذیب یافتہ سوسائٹی مین ایسے واقعات کو معمولی واقعات سمجھتے ہین وہی تعدد ازدواج کو پہلے درجہ کی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اور پھر جون جون زنا کے خفیف سمجھنے مین ترقی ہے ویسے ہی تعدد ازواج کے خلاف سختی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ جہان ایک طرف ہلکی سے ہلکی سزا کو بھی زنا کے لیے پسند نہین کیا جاتا۔ تعدد ازواج کیلیے بڑی سے بڑی سزا کو بھی خفیف سمجھا جاتا ہے اور اس کی بیخکنی کیلیے جرمانہ قید۔ جلا وطنی بلکہ قتل کو بھی روا رکھا جاتا ہے۔ تعدد ازواج کو خواہ کیسا ہی برا کہا جاوے مگر کوئی شخص یہ جرأت نہین کریگا کہ اسکو زنا سے بھی بدتر یا زنا جیسی بدکاری قرار دے لیکن باوجود اسکے عملی طور پر اسے زنا سے زیادہ خطرناک اور اس کی بیخکنی کو زنا کی بیخکنی سے زیادہ ضروری قرار دیا جاتا ہے اسکی وجہ انہین لوگونکو بیان کرنی چاہیئے جو تعدد ازدواج کے مخالف ہین۔ اگر ہمسے پوچھا جاوے تو ہم یہی کہین گے کہ تعدد ازواج کے خلاف جو سختی کی گئی ہے اسی نے زنا کو زیادہ قابل برداشت بنا دیا ہے کیونکہ جس صورت مین فطرت انسانی کے تقاضونکو روکنا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو اسکے جایز ذرایع کو اختیار کرنیسے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طبیعتین ناجایز ذرایع کے اختیار کرنے کی طرف مایل ہونگی اسی طرح حق کی مخالفت آہستہ آہستہ انسان کو ناحق کا حامی اور ناراستی سے پیار کرنیوالا بنا دیتی ہے۔

پس جہاں ہم اپنی طاقت کے مطابق تعدد ازدواج کی ضرورت اور اسکے جواز پر بحث کرینگے ہم یہ امید رکھتے ہین کہ تعدد ازدواج کے مخالف خواہ وہ یورپ کے مہذب لوگ ہون یا یورپ کی تہذیب کے ایشیائی فدائی ہون وہ وجوہات بیان کرینگے جنکے باعث تعدد ازدواج کو زنا سے زیادہ خطرناک گناہ سمجھا جاتا ہے۔ آسانی کیلیے ہم اس مضمون کو تین حصون پر تقسیم کرتے ہین یعنی اول انسانی سوسائیٹی مین تعدد ازدواج کی ضرورت۔ دویم اسلام نے کہانتک اور کن اغراض کیلیے تعدد ازدواج کو جایز رکھا ہے اور بالآخر ان اعتراضون کا جواب دینگے جو تعدد ازدواج پر کیئے جاتے ہین۔

۱- تعدد ازدواج کی ضرورت

تعدد ازدواج یا ایک مرد کا ایک سے زیادہ عورتون سے نکاح کرنا انسانی سوسائیٹی کی ایسی ہی ضروریات مین سے ہے جیساکہ خود نکاح اگرچہ اسکا دایرہ نکاح کی طرح وسیع نہین ہے گویا ایک بیوی سے نکاح کرنا ایک قاعدہ ہے اور تعدد ازدواج اس قاعدہ کیلیے ایسی ضروری استثناء ہے جسکا دور کرنا انسانی سوسائیٹی کیلیے ایسا ہی نقصان رسان ہے جیساکہ خود نکاح کے قاعدہ کا دور کرنا کیونکہ نکاح کی اصل غرض یہ ہے کہ تا انسانون کو اس سے بعض ایسے فواید حاصل ہون جو اسکے سوائے اور کسی طریق سے حاصل نہین ہو سکتے مثال کے طور پر نکاح کے فوایدمین سے ایک یہ ہے کہ تا سلسلہ نسل انسانی کا اس طریق سے جاری رہے جس سے تعیین والدین بھی ہو سکے اور تا وہ خوشی جو مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے قایم رکھی جاوے اور تا انسان پاک دل ہون اور بد خیالات سے بچے رہین اور جیسا عام طور پر ان فواید کا حاصل ہونا نکاح پر موقوف ہے ایسا ہی خاص حالات مین یہ فواید سوائے تعدد ازدواج کے حاصل نہین ہو سکتے۔ ان مین سب سے زیادہ ضروری اس غرض کا حاصل ہونا ہے جسکا ذکر سب سے اخیر کیا گیا ہے اور اسلیے ہم پہلے اسی پر غور کرینگے۔

جو خواہش مرد کے دل مین عورت کے لیے یا عورت کے دل مین مرد کیلیے ہے وہ تقاضائے فطرت انسانی ہے اور اس خواہش کا جایز ذریعہ یعنی نکاح کے ذریعہ سے پورا کرنا انسان کے دل مین سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات کو پیدا کرتا ہے اور اسیکا ناجایز تعلقات سے پورا کرنا انسان کو ناپاکی کیطرف لیجاتا اور اسکے دل مین بد خیالات پیدا کرتا ہے پس نکاح انسان کو پاکیزگی کیطرف لیجانے اور اُسے ناپاکی سے دور رکھنے کا ایک ذریعہ ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ فطری خواہش جو مرد اور عورت کے دلمین ایکدوسرے کیلیے موجود ہے اسے گندی یا ناپاک خواہش کے نام سے منسوب کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس خواہش کو فطرت انسان مین پیدا کرنیوالا خود خدا تعالے ہے اور اسی نے اپنی حکمت اور مصلحت سے بعض اغراض کیلیے اس خواہش کو انسان کے نفس مین

نکاح کی اغراض

انسانی فطرت کا ایک تقاضا

مرکوز فرمایا ہے ہاں اس کا بُرا استعمال یعنی ناجایز طریقوں سے اسکا پورا کرنا بیشک انسان کو ناپاکی اور بدی کی طرف لیجانیوالا ہے
ابتدا مین عیسائیونکو اس فطری خواہش انسانی کے متعلق سخت غلطی لگی رہی اور یہی وجہ تھی کہ نکاح کے متعلق ان کے
درمیان غلط خیال پیدا ہو گئے۔ بہت مدت تک عیسائیونکا یہ خیال رہا کہ یہ فطری خواہش ناپاکی کی خواہش ہے اور
اسلیے وہ نکاح کو بُرا سمجھتے رہے اور تجرد کو ترجیح دیتے رہے یہانتک کہ تجرد کو ہی انسانی کمال سمجھ لیا گیا حالانکہ انسانی
کمال اس بات سے حاصل نہین ہوتا کہ فطری خواہشون کو دبایا جاوے بلکہ انسان کی فضیلت اس امر سے ہے کہ اُن ..
خواہشات کے پورا کرنے مین جایز ذرایع کا استعمال کرے اور ناجایز طریقون اور راہون سے بچے کیونکہ کوئی قوت جو
خداتعالے نے انسان کو دی ہے بذاتہ بُری نہین بلکہ اسکا برا استعمال بدی کیطرف لیجانیوالا ہے اور یہی حال اس
فطری خواہش کا ہے جسکا ذکر ہم اس جگہ کر رہے ہین۔

اس تقاضا کو پورا کرنیکا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے

پس اولاً نکاح مرد و عورت کی اس فطری خواہش کے تقاضا کو پورا کرنیکا جایز طریق ہے اور اس مباحثہ مین
سب سے مقدم یہ امر ہے کہ دیکھا جاوے کہ وہ کونسے ذرائع ہین جنسے جایز طور پر انسان اس خواہش کو پورا کر سکتا ہے
یا دوسرے الفاظ مین یہ معلوم کیا جاوے کہ نکاح کی بہترین صورتین کونسی ہین یعنی ایسی صورتین جو اس خواہش
کے تقاضا کو ہر پہلو سے پورا کرنیکا راہ اسے دکھاتی ہین اور اسکو ہر ایک ایسی راہ سے بچاتی ہین جو ناجایز یعنی ہلاکت
کی طرف لیجانیوالا ہے اگر اس بات کو مدنظر رکھکر غور کیا جاوے تو جیسا عام طور پر انسان کے لیے ایک بیوی سے
نکاح کرنا ضروری ہے ایسا ہی خاص حالات کے ماتحت۔ ایک سے زیادہ بیویونکا ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے ایسے واقعات
ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہین اور پیدا ہوتے رہین گے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ بیویونکی ضرورت محسوس کرے اور اگر کسی
قانون مین نکاح کی ایسی صورتین ملحوظ نہ رکھی جاوین جو ان ضروری استثناؤن کو مدنظر رکھین خواہ وہ کسی وقت اور کسی
جگہ پیدا ہونیوالی ہون تو ایسا قانون ناقص ہوگا۔ اور ایسے استثناؤنکا وجود اسقدر کم بھی نہین کہ اسکو النادر ...
کالمعدوم سمجھ لین بلکہ ایسے حالات دنیا مین ہر زمانہ اور ہر ملک مین پیدا ہوتے رہتے ہین نہ ہی یورپ کے مہذب ممالک
انسے خالی ہین بلکہ ایسی ضرورتین جیسے ان ممالک مین محسوس ہوتی ہین جہان تعدد ازدواج کا رواج ہے ویسے ہی
ان ممالک مین بھی پیدا ہوتی رہتی ہین جہان تعدد ازدواج کو ناجایز قرار دیا گیا ہے۔ ہان یہ ضرورتین الگ الگ رنگون
مین پوری ہوتی رہتی ہین یعنی اول الذکر ممالک مین تو بذریعہ تعدد ازدواج پوری ہوتی ہین اور مؤخر الذکر مین بذریعہ زنا
اور بدکاری کے۔ چنانچہ عیسائی ممالک مین تعدد ازدواج کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اسی ضرورت کے احساس
نے ہی ان ممالک مین بہت سے لوگونکو تعدد ازدواج کی حمایت مین کھڑا کر دیا ہے چنانچہ ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب
موسومہ بہ "تائید" مین لکھتے ہین "تعدد ازدواج کی حمایت مین بہت ساری کتابین شایع ہوئی ہین اور وہ ایسے لوگونکی
تصنیف ہین جو عیسائی ہین۔ برنرڈ اوکینس نے سولھوین صدی کے نصف مین تعدد ازدواج کی تائید مین سوال و

جواب کی صورت مین ایک کتاب شائع کی۔ اور اسیوقت کے قریب ایک اور رسالہ بھی ایک سے زیادہ بیویان رکھنے کے جواز پر شائع ہوا جسکے مصنف کا اصل نام لسارس تھا۔ ایسا ہی سیلڈن اپنی کتاب "اکسر سبر یکا" مین ثابت کرتا ہے کہ تعدّد ازواج کی رسم صرف یہودیونکے درمیان ہی تسلیم نہین کی گئی تھی بلکہ دوسری قومونکے درمیان بھی لیکن تعدّد ازواج کا سب سے مشہور حامی انگلستان کا مشہور و معروف شاعر جان ملٹن تھا"

حفاظت تقوےٰ اب ہم بعض وہ وجوہات بیان کرتے ہین جو تعدد ازواج کی ضرورت کو ثابت کرتی ہین ان مین سب سے مقدم تقوےٰ یعنی پرہیزگاری یا بدی سے بچنا ہے۔ تقوےٰ ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اسکا خیال ہر انسان کو باقی سب باتون سے مقدم رکھنا چاہیئے۔ قدرت نے بعض آدمیون کو معمولی آدمیون کی نسبت زیادہ قوی الشہوت بنایا ہے اور ایسے آدمیونکے لیے ایک عورت کافی نہین ہو سکتی۔ اور اگر انکو جایز طور پر دوسرا یا تیسرا نکاح کرنیسے روکا جاویگا تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقوے کو چھوڑ کر بدکاری مین مبتلا ہو جاوینگے زنا ایک ایسی بدکاری ہے جو انسان کے دل سے ہر ایک پاکیزگی اور طہارت کا خیال دور کر دیتی ہے اور اس مین ایک خطرناک زہر پیدا کر دیتی ہے اسلیئے ان لوگونکے لیے جو قوی الشہوت ہین ضرور کوئی ایسا علاج ہونا چاہیئے جس سے وہ زنا جیسی سیاہ کاری مین پڑنیسے بچے رہین۔ باقی رہا یہ امر کہ قوی الشہوت آدمیونکو ایک سے زیادہ عورت کی حاجت پڑے گی یہ اظہر من الشمس ہے۔ عورت ہر وقت اس قابل نہین ہوتی کہ خاوند اس سے تعلقات زناشوی پیدا کر سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر ایک عورت پر ایک مہینہ مین سات دن ایسے آتے ہین یعنی ایام حیض جنمین مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے لیکن مرد مین ایسا نقص پیدا نہین ہوتا۔ پھر علاوہ اس نقص کے جو ہر عورت کو لگا ہوا ہے ایام حمل عورت کے لیے ایسے ہوتے ہین خصوصاً اسکے پچھلے مہینے جنمین عورت کو اپنی اور اپنے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے۔ اور یہ صورت کئی ماہ تک رہتی ہے۔ پھر اسکے بعد جب وضع حمل ہوتا ہے تو پھر بھی کچھ مدت تک عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ اب ان تمام اوقات مین جب عورت کے لیے یہ قدرتی روکین واقع ہو جاتی ہین۔ خاوند کیلیئے کوئی امر مانع نہین ہوتا ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ کثرت سے مرد ایسے ہین جو ان وقفون مین دوسری عورت کرنیکے بغیر تقوے کو قایم رکھ سکتے ہین لیکن ساتھ ہی ہم یہ کہنے کو تیار ہین اور کوئی عقلمند اس سے انکار نہین کر سکتا کہ دنیا مین ایسے قوی الشہوت آدمی بھی موجود ہین اور اس قوت کا زیادہ ہونا کسی صورت مین انکے لیے باعث الزام نہین ہے جنکو اگر ان یا اس قسم کے اور وقفونکے اندر دوسری عورت سے نکاح کی اجازت نہ دیجاوے تو پھر اس خواہش کے تقاضا کو پورا کرنیکے لیے وہ ناجایز ذرایع استعمال کرینگے۔ جو لوگ تعدد ازواج کی مخالفت کرتے ہین وہ ان صورتون مین قوی الشہوت مردونکے لیے کوئی اور راہ نکالدین۔ تو ہم خوشی سے تعدد ازواج کی عدم ضرورت کو مان لینگے لیکن جبتک

فطرت انسانی قایم ہے اور جبتک اسمین اس قسم کے واقعات جنکا اوپر ذکر ہوا پیدا ہوتے رہین گے تب تک سوسائٹی
کا اور انسانون کا ہر ایک ہی خواہ تعدد ازدواج کی ضرورت کو ضرور تسلیم کریگا کیونکہ تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورت
مین دوسرا راہ جو ایسے لوگون کیلیے کھلا ہے زنا ہے جس کی برائی عام طور پر مسلم ہے اگر یہ کہا جائے کہ ایسے
لوگون کو ایک ہی عورت پر قناعت کرنے پر مجبور کرنا چاہیئے تو ہم کہتے ہین کہ فطری خواہش کے تقاضے تو کبھی
رک نہین سکتے پس اس جبر کا نتیجہ یہ ہوگا اور یورپ مین یہی نتیجہ ہوا ہے کہ ایسے لوگ زنا کی بلا مین گرفتار ہو جاینگے
جب خدا تعالے کے قانون قدرت نے بعض لوگونکو دوسرے کی نسبت زیادہ قوے دیئے ہین تو اسکا یہ منشاء
کبھی نہین ہو سکتا کہ وہ ان قوے کو جایز طور پر استعمال نہ کرین۔ ایک قوی الشہوت آدمی کو جبکا تقوے
بغیر دوسری عورت کے قایم نہین رہ سکتا یہ کہنا کہ وہ ایک ہی عورت پر قناعت کرے اور اسی امر پر اسکو
مجبور کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک نامرد کو جسے قدرت نے ان قوے سے خالی پیدا کیا ہے اس بات پر مجبور
کیا جاوے کہ وہ ایک بیوی کو نکاح مین لا کر اسکے سارے حقوق ادا کرے جو ایک خاوند کو ادا کرنے چاہیئے
پس جس طرح پر اللہ تعالے کی مخلوق مین نامرد موجود ہین اسی طرح وہ لوگ بھی موجود ہین جن کے قوائے شہوانی
کے لیے ایک عورت کافی نہین پس خدا کی طرف سے صرف وہی قانون ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے لوگون کی
ضروریات کو مدنظر رکھکر ایسی راہ انسانونکو بتاتا ہے جسپر سب چل سکین۔ خواہ ایسے لوگ کتنے ہی تھوڑے
ہون مگر انکے وجود سے انکار نہین کیا جا سکتا اور جبتک ایسے لوگ دنیا مین موجود ہین تب تک تعدد ازدواج
کے مسئلہ سے انکار کرنا سراسر حماقت ہے پس تقوے کا قایم رکھنا سب سے اول امر ہے جو تعدد ازدواج کی ضرورت
کو ثابت کرتا ہے۔

ممانعت کے نتایج اور راستبازون کی شہادت

جو کچھ ہم نے یہان لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج جیسا کہ کہا
جاتا ہے بدی نہین بلکہ بدیونسے روکنے کا ایک ذریعہ ہے ہماری سمجھ مین تعدد
ازدواج کیلیے یہ سب سے بڑی ضرورت ہے اس دلیل کی صداقت اور طرح بھی ظاہر
ہوتی ہے کیونکہ اول تو یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ان ممالک مین جہان تعدد ازدواج کو ناجایز سمجھا جاتا ہے۔ زنا بہت
ہی بڑھا ہوا ہے اور خطرناک طور پر وہان یہ بدی پھیلی ہوئی ہے یہ ایک ایسا امر ہے جس سے عیسائی صاحبان
کو بھی انکار کی گنجایش نہین۔ اور عیسائیون نے خود تسلیم کیا ہے کہ پاکدامنی کے معاملہ مین اسلامی ممالک عیسائی
ممالک سے بہت اچھے ہین۔ بلکہ خود عیسائی ممالک مین ایک ایسے فرقہ کے پیدا ہو جانیسے جو تعدد ازدواج پر
عمل کرنیوالا تھا۔ یہ امر اور بھی واضح طور پر ثابت ہوگیا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم گذشتہ اشاعت مین دکھا چکے
ہین خود عیسائیون نے تسلیم کیا ہے کہ جبتک مارمن لوگ تعدد ازدواج پر عمل کرتے تھے انکے درمیان بمقابلہ

دوسری ریاستوںکے زنا بہت ہی کم تھا۔ ایسا ہی ولد الزنا بچون کی پیدایش کے متعلق گذشتہ اشاعت مین اعداد نقل کرکے ہم نے یہ دکھایا تھا کہ زنا نے یورپ مین کیسی خطرناک صورت اختیار کی ہوئی ہے۔ علاوہ اسکے جب ہم بڑے بڑے صالح لوگون کی زندگیون پر غور کرتے ہین تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے تعدد ازدواج کو تقوے کے لیے ضروری سمجھا! ور یہ امر کسی خاص قوم یا خاص ملک تک محدود نہین بلکہ اس کی نظیرین تمام دنیا مین پائی جاتی ہین۔ ایک طرف تو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام مین سے اکثر نے خود اس مقدس مسئلہ پر عمل کرکے اسکے جواز کو ثابت کیا ہے! ور دوسری طرف ہم ہندوستان مین بھی دیکھتے ہین کہ بڑے بڑے رشیون نے ایک سے زیادہ عورتون سے نکاح کرنیکو جایز سمجھا اور اسپر عمل کیا۔ اب وہ لوگ جنہون نے خود اس مسئلہ پر عمل کیا دنیا کے وہ مقدس رہنما ہین جنہون نے دنیا مین اخلاق کے نہایت پاکیزہ اور اعلے درجہ کے اصولون کی تعلیم دی! ور جنہون نے اپنے پیروؤنکو یہی سکھایا کہ وہ ہر قسم کی بدی اور بدخیال سے پرہیز کرین۔ ان لوگون نے خدا سے ایسی محبت کی اور سچائی اور پرہیزگاری کو ایسا مقدم رکھا کہ انکی خاطر ہر قسم کی تکالیف کو گوارا کیا اور انسانون کی بہتری کیخاطر اپنے تمام آرامون اور فوائد کو ہیچ سمجھا۔ دل کی پاکیزگی اور تقوے کا اختیار کرنا ہی وہ امور تھے جنپر انہون نے باربار زور دیا۔ زنا سے انہون نے ایسی نفرت کی کہ اسکو سب بدیونسے برا سمجھا اور اس سے بچنے کیلیے راہین بتائین۔ یہ تقوی اور طہارت کے معلم جو مختلف ممالک اور مختلف زمانون مین پیدا ہوئے۔ سب کے سب ایک ہی بات پر متفق ہوئے یعنی یہ کہ زنا ایک خطرناک بدی ہے جسکا خیال بھی دل مین لانیسے انسان ہلاک ہوجاتا ہے اور کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ سچا اور پاکیزگی کیطرف لے جانیوالا اور زنا سے انسان کو بچانیوالا ہے۔ اگر یہی امر حق نہ ہوتا تو ان مقدسونکا اسپر اتفاق نہ ہوتا جو مختلف ممالک اور مختلف زمانونمین پیدا ہوئے۔ غرضیکہ تمام راستبازون کی متفقہ شہادت باواز بلند پکار کر بیان کررہی ہے کہ تعدد ازدواج ایک پاک اصول ہے جو سوسائٹی کو زنا جیسی بدکاری سے محفوظ رکھنے کیلیئے بے نظیر علاج ہے۔

عورت اور مرد کی عمرون کا اختلاف

ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب مین ایک اور پہلو سے تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہین۔ یہان اسکے الفاظ کا ترجمہ ہم ناظرین کیلیے درج کرتے ہین۔ "تعدد ازدواج کی ضرورت کے طبعی وجوہات کے متعلق ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ مشہور مانٹسکیو نے یہ لکھا ہے کہ گرم ملکونمین عورتین آٹھ نو یا دس سال کی عمر مین شادی کے قابل ہوجاتی ہین اس لیے ان ممالک مین شادی کا زمانہ عمر کے لحاظ سے بچپن کا زمانہ ہوتا ہے۔ بیس سال کی عمر مین وہ بوڑھی ہوجاتی ہین اسلیے عقل اور خوبصورتی دونون ایک وقت انکے اندر جمع نہین ہوتے۔ جب خوبصورتی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ عورت

حکومت کرے۔ اسوقت عقل اور تجربہ کا نہونا اس دعوے کا مانع ہوتا ہے لیکن جب عقل اور تجربہ حاصل ہوتا ہے تو....
خوبصورتی نہین رہتی۔ اسلیے عورتونکو لازمی طور پر ایک محکومی کیحالت مین رہنا پڑتا ہے کیونکہ عقل اور تجربہ بڑھاپے کے وقت وہ حکومت پیدا نہین کرسکتے جو جوانی اور خوبصورتی بھی نہ کرسکے تھے اسلیے یہ ایک بالکل قدرتی امر ہے کہ ان ممالک مین تعدد ازدواج کا رواج ہو" اس حق جو منقد کے الفاظ سے صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ ان وجوہ کے جو ہر سوسائیٹی مین تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتی ہین۔ گرم آب ہوا والے ممالک مین خاص ضرورت تعدد ازدواج کی پیدا ہو جاتی ہے اس سے علاوہ یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ہر ملک مین مردون کی نسبت عورتونکے قوے بڑھاپے سے جلدی متاثر ہوتے ہین پس جہان مرد کے قوے بالکل محفوظ ہون جیساکہ وہ اکثر حالات مین ہوتے ہین اور عورت بوڑھی ہوچکی ہو دوسری عورت سے نکاح کرنا بعض حالات مین مرد کیلیے ایسا ہی ضروری ہوگا جیساکہ پہلے کسیوقت پہلی عورت سے نکاح کرنا ضروری تھا پس جو قانون تعدد ازدواج سے روکتا ہے وہ ان مردونکو جنکے قوے خوش قسمتی سے بڑھاپے کی عمر تک محفوظ رہین یہ راہ بتاتا ہے کہ وہ ان قوے کے تقاضا کو زنا کے ذریعہ سے پورا کرین۔ ایسا قانون عام انسانون کی حالتون کے مطابق کیونکر ہوسکتا ہے

عورتون کی تعداد مین مردون کی نسبت زیادتی کے اسباب۔

یہ تو مردون کی ضروریات ہین مگر خود عورتونکو بعض وقت ایسی مجبوریان آپڑتی ہین کہ اگر انکے لیے یہ راہ کھلی نہ رکھی جاوے کہ وہ ایسے مردونسے نکاح کرلین جنکے گھر مین پہلے عورتین موجود ہین تو اسکا نتیجہ بدکاری ہوگا ایک ہی امر پر غور کرو کہ کس طرح ہر سال مین دنیا کے کسی نہ کسی حصہ مین لاکھون مردون کی جانین لڑائیون مین تلف ہو جاتی ہین حالانکہ عورتین بالکل محفوظ رہتی ہین اگر پرانی مثالون کیطرف نہ بھی جائین تو نیہ تازہ دو مثالین ہی اس دلیل کی صداقت کا کافی ثبوت ہین یعنی انگلستان کی لڑائی بوئرونکے ساتھ جو جنوبی افریقہ مین ہوئی اور روسیون اور جاپانیون کی لڑائی جو آج کل ہو رہی ہے۔ اب دیکھلو کہ کس طرح ان لڑائیو نمین لاکھون مرد تلف ہوئے اور ہو رہے ہین۔ اب ایسے واقعات یعنی جنگونمین مردونکی جانون کا تلف ہونا ہمیشہ ہوتے رہتے ہین اور جبتک دنیا مین مختلف قومین موجود ہین ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہینگے۔ اور ہمیشہ انسے مردونکی تعداد مین کمی ہو کر عورتونکی تعداد کا بڑھ جانا ایک لازمی امر ہے اگر یہ فرض بھی کرلین کہ عورتونکی تعداد کی یہ زیادتی کسی قوم مین ہمیشہ کیلیے نہین رہتی تاہم اس سے تو انکار نہین ہوسکتا کہ ایک مدت تک مردونکی اس کمی کا اثر ضرور رہیگا جو اس طرح پر پیدا ہوگی۔ اب یہ عورتین جو مردون کی تعداد سے زیادہ ہونگی انکے لیے کیا سوچا گیا ہے۔ تعدد ازدواج کی ممانعت کی صورت مین ان کا کیا حال ہوگا۔ کیا ان سب کو یہی جواب نہین ملیگا کہ جسکے دلمین مرد کیلیے وہ خواہش پیدا ہو جو قدرت نے فطرت انسانی مین رکھی ہے وہ ناجایز طریقونسے اسے پورا کرلے۔ سوچکر دیکھلو کہ تعدد ازدواج کی راہ کو بند کیے ان

لاکھون عورتون کو جو اس طرح پر لڑائیون کے سبب سے بیوہ ہوگئین یا جنکے لیے نکاح کے ذرائع نہین رہے یہی جواب دینا پڑیگا۔ افسوس ہے کہ ایک غلط اصول کی حمایت مین انسانی ضروریات پر ایک لمحہ کیلیے بھی غور نہین کیا جاتا تعدد ازواج کے سوائے اور کوئی ایسی راہ نہین جو ان ضروریات کو پورا کر سکے۔

یورپ مین عورتون کی تعداد مردون کی نسبت بہت زیادہ ہے

اسکے ساتھ ہی ہم اس امر کیطرف بھی توجہ دلاتے ہین کہ یورپ مین جسکو سب ممالک سے بڑھکر تعدد ازدواج کی ضرورت سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ عورتون کی تعداد مردونسے کسقدر زیادہ ہے۔ یورپ کے کل ممالک کے متعلق ہمین اعداد نہین مل سکے لیکن جس قدر ملے ہین اس سے عورتون کی تعداد کی زیادتی کا کسی قدر اندازہ لگ سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے روسے انگلستان مین مردون کی نسبت عورتون کی تعداد دس لاکھ بیاسی ہزار چھ سو انیس زیادہ تھی (گویا ہر ہزار مرد کیلیے ایکہزار اٹھتر عورتین تھین) اور سکاٹلینڈ مین ایک لاکھ پچیس ہزار چھ سو اٹھانوے عورتین زیادہ تھین۔ آیرلینڈ مین اکسٹھ ہزار اٹھاسٹھ۔ گویا برطانیہ کلان مین بوئرون کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ اٹھتر ہزار تین سو پچاسی عورتین ایسی تھین جنکے لیے ایک ایک بیوی والے قاعدہ کے روسے کوئی مرد مہیا نہین ہو سکتا تھا۔ فرانس مین سنہ ۱۸۹۶ء کی مردم شماری مین عورتونکی تعداد مردونسے چار لاکھ تئیس ہزار سات سو نو زیادہ تھی۔ جرمنی مین سنہ ۱۹۰۰ء کی مردم شماری مین ہر ہزار مرد کیلیے ایک ہزار بتیس عورتین موجود تھین۔ گویا کل آبادی مین آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتین ایسی تھین جن سے شادی کرنیوالا کوئی مرد نہ تھا۔ سویڈن مین سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری مین ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتین اور سپانیہ مین سنہ ۱۸۹۷ء مین چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتین۔ اور آسٹریا مین سنہ ۱۸۹۰ء مین چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتین مردونسے زیادہ تھین۔ اب ہم سوال کرتے ہین کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازواج کو برا سمجھتے ہین مگر یہ بتایا جاوے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتونکے لیے یورپ نے کونسا قانون تجویز کیا ہے کیونکہ ایک ایک بیوی کے قاعدہ کے روسے انکو یورپ مین تو خاوند نہین مل سکتے۔ سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانونکی ضروریات کیلیے تجویز کیے جاتے ہین وہ انسانون کی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئین یا نہین۔ وہ قانون جو تعدد ازدواج کی ممانعت کرتا ہے ان چالیس لاکھ عورتونکو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلین اور انکے دلونمین مردونکے لیے کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ تو ناممکن امر ہے جیسا خود تجربہ ثابت کر رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے روکے جانے کے باعث وہ ناجائز طریق اختیار کرین گی اور اس طرح پر ان ممالک مین زنا کی کثرت ہوگی۔ یہ تعدد ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ زنا اس ذریعہ سے زیادہ پھیلیگا خیال ہی خیال نہین بلکہ امر واقعہ ہے جیسا کہ ولد الحرام بچون کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے ❊

تعدد ازدواج کی ضرورت کے اور اسباب

پھر نکاح کی اغراض مین سے ایک یہ بھی ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے بطور رفیق کے ہون پس اگر کوئی وجہ ایسی پیدا ہو جاوے کہ جس کے سبب سے عورت مرد کیلیے بطور رفیق کے نہ رہے یا اس سے اسکو وہ خوشی حاصل ہو سکے جو ایسے رفیق سے ہونی چاہیئے تو ان صورتون مین بھی مرد کو دوسرا نکاح کرنیکی اجازت ہونی چاہیئے۔ مثلاً اگر عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جاوے جو اسکو ہمیشہ کیلیے یا بڑے بڑے وقفونکے لیے ناقابل کردیوے یعنی اس امر کے قابل نہ رہنے دے کہ خاوند اُس سے تعلقات زناشوی رکھ سکے تو کوئی وجہ نہین کہ کیون نکاح کی اصل غرض کو مرد دوسرے نکاح کے ذریعہ سے پورا نہ کرے جیسے انسانی زندگی کے حالات کا دایرہ وسیع ہے ویسا ہی ان ضروریات کا دایرہ بھی وسیع ہے جو بعض وقت مرد کو دوسرا نکاح کرنیکے لیے مجبور کردیتی ہین۔ ہم مانتے ہین کہ ایسی ضروریات اکثر پیدا نہین ہوتین مگر جب واقعی وہ ضرورتین پیدا ہو جاوین اور یہ ضروری ہے کہ ہر انسانی سوسائیٹی مین وہ کم و بیش پیدا ہوتی رہین تو سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی ذریعہ انکے پورا ہونیکا نہین پس اس علاج کو رد کرنا بیماریونکو بڑھانا ہے ایسا ہی تعدد ازدواج اکثر حالات مین طلاقون کی کمی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ قدرت نے عورت کو وہ سامان دیئے ہین جو مرد کیلیے باعث کشش ہین اور مرد و عورت کے تعلق مین ان فریفتگی اور کشش کے موجبات کی موجودگی ایک نہایت ضروری امر ہے اور صرف اسی صورت مین نکاح بابرکت ہو سکتا ہے کہ ایسے سامانِ کشش عورت مین موجود ہون اور اگر عورت مین ایسے سامان موجود نہ ہون یا کسی طرح سے جاتے رہین تو مرد کا عورت سے وہ تعلق نہین ہو سکتا پس ایسی صورت مین اگر خاوند کو دوسری شادی کی اجازت نہ دیجاوے تو یا تو وہ کوشش کریگا کہ کسی طرح اس عورت سے نجات حاصل کرے اور یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو بدکاری مین مبتلا ہوگا اور ناجایز تعلقات پیدا کریگا کیونکہ جب عورت کی رفاقت سے اسے وہ خوشی حاصل نہ ہو سکے جسکا حصول فطرت انسانی چاہتی ہے تو ناچار اس خوشی کے حصول کیلیے وہ اَور ذریعے تلاش کریگا۔ ان صورتونکے لیے تعدد ازدواج ہی ایک علاج ہے اور اسی ذریعہ سے ایک گھرانا خوشحال ہو سکتا ہے ۔

نسل انسانی کا قیام

تعدد ازدواج کی روک سے بعض وقت نکاح کی تیسری غرض یعنی بقائے نسل انسانی حاصل نہین ہو سکتی۔ مثلاً اگر ایک عورت بانجھ ہو اور اسکا عقم ناقابل علاج ہو تو تعدد ازدواج کی ممانعت کیصورت مین قطع نسل لازم آئیگا۔ یہ بیماری عورتون مین بہت پائی جاتی ہے اور سوائے تعدد ازدواج کے اور کوئی راہ نہین جس سے یہ کمی پوری ہو سکے ایسی صورت مین عورت کو طلاق دینے کی کوئی وجہ موجود نہین اور ممکن ہے کہ عورت اور مرد مین ایسی محبت بھی ہو کہ وہ ایکدوسرے سے جدا نہ ہو سکتے ہون پس بقائے نسل کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ایسی صورتون مین مرد کو نکاح ثانی کی اجازت دیجاوے۔ ان وجوہات کے علاوہ جنکا ذکر ہو چکا

اوپر کیا ہے اور بھی کئی قسم کے وجوہات ہین جو تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتے ہین۔ مگر ان سب کا تفصیل سے بیان کرنا ممکن ہے۔ مثلاً بعض وقت کسی عورت کی حالت پر ترحم یا کسی پولیٹیکل یا سوشل تعلق کا قایم کرنا اس امر کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتون سے نکاح کرے ایسا ہی ہزارون قسم کی ضرورتین ہوتی ہین جن کا رنگ ہر انسان کیلیے جداگانہ ہوتا ہے۔

تعدد ازدواج کی ممانعت کے نقصان

جو نقصان تعدد ازدواج کی ممانعت سے پیدا ہوتے ہین ان سب کو ہم اس جگہ بیان نہین کر سکتے۔ ان ممالک مین جہان تعدد ازدواج کی قانوناً ممانعت کی گئی ہے کثرت زناکاری محتاج بیان نہین۔ علاوہ اسکے تعدد ازدواج کی روک سے اکثر اوقات انسانی جانین تلف ہوئی ہین۔ بہت سارے واقعات ایسے ہوتے رہتے ہین جہان خاوند بسبب اس خوشی کے حاصل ہونیکے جو نکاح کی اصل غرض ہے پہلی عورت کو قتل کر کے دوسرا نکاح کرتا ہے۔ انگلستان کا بادشاہ ہنری ہشتم ایک موٹی مثال ہے۔ غرضیکہ اگر تاریخ پر نظر ڈالی جاوے اور عام لوگون کی ضروریات پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تعدد ازدواج ایک ایسی ضروری چیز ہے جس کی ممانعت بہت ساری بدکاریونکے پیدا کرنے اور مصیبتونکو لانیکا ذریعہ ہے۔ تعدد ازدواج دل کی پاکیزگی کیلیے اور انسان کی ترقی کیلیے ایک ضروری امر ہے۔ مہذب ممالک مین ہزار در ہزار عورتین اس قسم کی پائی جاتی ہین جو زناکاری اور بدکاری کے سبب سے انسانیت کی حالت سے گری ہوئی سمجھی جاتی ہین اور انکو چارپایون سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ خیال نہین کیا جاتا کہ ان بیچاری عورتونکا کیا قصور ہے۔ نقص تو اس قانون کا ہے جو انکو جایز طور پر معزز بیویان اور مایین بننے سے روکتا ہے اور انکو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی فطری خواہشونکو گندے اور ناپاک تعلقات کے ذریعہ سے پورا کرین اس قانون کو دور کر دو اور یہی عورتین ویسی ہی معزز اور نیک ہو جائینگی جیسے بہت ساری نیک بیویان ہین سوائے چند ایسی عورتونکے جو فطرتاً ہی بدکاری کی طرف مایل ہون۔ تعدد ازدواج زناکاری کے خلاف بڑی روک ہے۔ تعدد ازدواج پر عمل کر کے مرد اور عورتین دونون نیک راہون پر چل سکتے ہین لیکن تعدد ازدواج کی ممانعت ایک بہت بڑی تعداد کو مجبور کرتی ہین کہ وحشیونکی طرح ایکدوسرے سے زناکاری کرین۔

ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند .... ہونیکو تعدد ازدواج سے کوئی مناسبت نہین

تعدد ازدواج کی ضرورت کے ان وجوہات کو ناقابل تردید پاکر بعض لوگ بلا سوچے سمجھے یہ کہدیا کرتے ہین کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض وقت ایک عورت کو ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے یہ درست نہین سب سے بڑی وجہ جو تعدد ازدواج کی ضرورت پر ہمنے بیان کی ہے وہی ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکی تردید کرتی ہے۔ ہمنے بیان کیا تھا کہ تعدد ازدواج کی سب سے بڑی

ضرورت یہ ہے کہ عورت کو بعض عوارض ایسے لگے ہوئے ہیں کہ وہ بعض وقت ایک بڑے لمبے عرصہ تک اس قابل نہیں ہوتی کہ ان تمام فرایض کو جو بحیثیت بیوی ہونیکے اسے ادا کرنا چاہیئے پورے طور پر ادا کر سکے مثلاً ایام حیض یا ایام حمل یا وہ ایام جو وضع حمل کے بعد آتے ہیں۔ اس صورت میں جو مرد قوی الشہوت ہیں وہ مجبور ہوتے ہیں کہ نکاح ثانی کریں یا اگر قانون اس کا مانع ہوگا تو وہ زناکاری میں مبتلا ہونگے۔ ایسے عوارض جہان کل کے کل عورتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں مرد ان میں سے کسیکا حصہ دار نہیں پس جس مساوات پر زور دیا جاتا ہے وہ خود قدرت نے ہی نہیں رکھی اور نہ ہی ابتک یورپ کی تہذیب نے ان عوارض میں سے بعض مرد کے فتنے ڈالکر اس فرضی مساوات کو عملی کر دکھایا ہے۔ ہان اگر ایسا ہو جائے کہ ان عوارض میں سے بعض مرد کو لگ جائیں اور بعض عورت کے شامل حال رہیں تو البتہ تعدد ازدواج اور ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کا مسئلہ ایک ہی سطح پر آجاوین لیکن جبتک یہ صورت نہیں ہوتی اور قانون قدرت اسبارے میں مرد اور عورت میں مساوات نہیں رکھتا تو خود قانون قدرت ہی تعدد ازدواج کا مؤید ہے۔ اور اس دوسرے خیال کی کہ کیون ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں تردید کرتا ہے۔

بقائے سلسلہ نسل انسانی سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے

پھر تعدد ازدواج کی ضرورت پر ایک اور بڑی بھاری وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ تا اس سے بقائے سلسلہ نسل انسانی میں مدد ملے۔ اب ایک مرد دو یا تین بیویاں رکھکر مختلف بیویوں سے مختلف اولاد پیدا کر سکتا ہے مگر کیا ایک ہی عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیسے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا ایک عورت جسکے خاوند زیادہ ہوں وہ ایک خاوند والی عورت سے زیادہ بچے پیدا کر سکے گی۔ پس عورت اور مرد کے درمیان یہ ایک دوسرا بھاری امتیاز ہے جو خود قدرت نے ہی رکھا ہے۔ اور یہ امتیاز تعدد ازدواج کی ضرورت کو ثابت کرتا اور اس دوسرے ناپاک خیال کی جو تعدد ازدواج کے بالمقابل پیش کیا جاتا ہے تردید کرتا ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں تو بہت موجود ہیں کہ ایک مرد جسنے دو یا تین بیویاں کین اسکے ہاں دو یا تین درجن یا اس سے بھی زیادہ اولاد پیدا ہوئی ہو۔ مگر کاش کہ کسی عورت کی بھی ایسی مثال پیش کیجاتی جو ایک سے زیادہ خاوند کر کے معمولی سے دگنے یا تگنے بچے پیدا کر سکی ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک سے زیادہ خاوندوں سے عورت کی معمولی طاقت بچے پیدا کرنے کی بھی ضایع ہو جاتی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا پس جس صورت میں تعدد ازدواج نسل انسانی کے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ دوسری رسم جو بعض وحشی قوموں کے درمیان رائج رہی ہے نسل انسانی کو کم کرنیکا ذریعہ ہے۔ اور اسطرح اول الذکر رسم مد اغراض نکاح ہو کر ضروری ٹھہر جاتی ہے۔ اور مؤخر الذکر مخالف اغراض نکاح ثابت ہو کر رد کرنیکے قابل ہے۔ علاوہ ازین تعدد ازدواج کی صورتین ہر پچھان

اور باپ معین ہوتے ہین اسی طرح پر جیسے ایک بیوی کی صورت مین ان کی تعیین ہوسکتی ہے! ور اس طرح پر والدین کی صحیح صحیح تعیین کے ساتھ نسل انسانی کا قیام رہ سکتا ہے لیکن جہان ایک عورت کے زیادہ خاوند ہون گے وہان یہ غرض بھی مفقود ہوگی اور والد کا پتہ ملنا محال ہوگا اس طرح پر تعیین نسل ہرگز نہین ہوسکے گی اب نکاح کے تین بڑے اغراض ہمنے قرار دیئے تھے یعنی تقوے کا قایم رکھنا نسل انسانی کے سلسلہ کا جاری رکھنا اور تعیین والدین اور ہمنے یہ دکھا دیا ہے کہ ان تینون اغراض کے پورے کرنیکے لیے بعض وقت تعدد ازدواج ضروری ٹھہر جاتا ہے اور یون ممد اغراض نکاح ہونیکے سبب سے نکاح کی طرح تعدد ازدواج بھی انسانی سوسائیٹی کیلیے ضروری ہے لیکن ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیسے تینون اغراض کا حصول ناممکن ہوجاتا ہے! ور اسلیے مخالف اغراض نکاح ہونیکے سبب سے یہ رسم رد کرنیکے قابل ہے۔

ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکی رسم ایک ناپاک اور وحشیانہ رسم ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی کسی مہذب قوم یا دنیا کے کسی مقدس بانی مذہب نے اس رسم کو جایز نہین رکھا کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہون بلکہ اگر کبھی اسپر عمل ہوا ہے تو وحشی اقوام کے اندر ہی ہوا ہے جو ہنوز تمدن انسانی سے واقف نہین ہوئی تھین علاوہ ازین جس صورت مین یہ رسم مرج رہی ہے اس سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے کہ یہ رسم تعدد ازدواج کی طرح کسی ضرورت کے لیے رایج نہین ہوئی بلکہ نکاح کا صحیح خیال مفقود ہونیکے باعث مروج رہی ہے۔ عام طور پر جہان اس کا رواج رہا ہے صرف اسی صورت مین رہا ہے کہ ایک عورت تمام بھائیونکی مشترکہ عورت سمجھی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان وحشی اقوام کے اندر عورت کو بھیڑون بیلون اور زمینون کی طرح تمام بھائیون کی جایداد مشترکہ سمجھا گیا تھا اور اسکو کوئی حقوق نہین دیئے گئے اس رسم کا اصل محرک کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف یہ ابتدائی وحشیانہ خیال کہ عورتین بھی جایداد کا ایک حصہ ہین اور اسی لیے ایک بھی مہذب قوم ایسی پیش نہین کیجاسکتی جس نے اس رسم کو انسانی سوسائیٹی کی بہتری کا ذریعہ سمجھ کر اسپر عمل کیا ہو پس اس وحشیانہ رسم کو تعدد ازدواج کے مقابلہ پر پیش کرنا محض حماقت ہے۔

تعدد ازدواج کا مسئلہ نکاح کے صحیح خیال کے پیدا ہونیکے بعد پیدا ہوتا ہے اور اسکی ضرورت اسلیے محسوس ہوتی ہے کہ وہ انہین اغراض کا معاون ہے جو مہذب سوسائیٹی نے نکاح کے اغراض قرار دیئے ہین بلکہ بعض صورتون مین بغیر اسکے وہ اغراض حاصل بھی نہین ہوسکتے گویا انسانی ضروریات کے وسیع دایرہ مین تعدد ازدواج ایک بیوی سے نکاح کے نقصونکو دور کرنیوالا ہے! ور جب نکاح کی اصلی غرض ایک بیوی سے حاصل نہ ہوسکے تو دوسری بیوی سے نکاح جایز سمجھا جاتا ہے۔ مذہب اسلام مین تعدد ازدواج کے مسئلہ کا یہی منشا ہے جیسا کہ ہم اس مضمون کے دوسرے حصہ مین چل کر بیان کرینگے۔

اس قدرتی امتیاز سے کیا شہادت پیدا ہوتی ہے

اب غور کرنا چاہئے کہ یہ امتیاز جو خود قدرت نے پیدا کیا ہے اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے خدا تعالے نے مرد اور عورت کو اس طرح پر پیدا کیا ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے فایدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ایک عورت کا ایک سے زیادہ مردون سے تعلق رکھنا کسی فایدہ کا موجب نہین ہو سکتا بلکہ الٹا نقصان کا باعث ہے یہ امتیاز مرد اور عورت کے درمیان جو خود خدا کے ہاتھ نے تجویز کیا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ قدرت نے اس امر کو تو جایز رکھا ہے کہ ایک مرد ایک سے زیادہ عورتون سے نکاح کرے لیکن اسے جایز نہین رکھا کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہون۔ اگر یہ دونون باتین یکسان طور پر قابل اعتراض ہوتین تو قانون قدرت الٰہی انکے درمیان ایسا فرق تجویز نہ کرتا بلکہ دونون جنسونکو یکسان حالت مین رکھتا تا ان دونون امور کے متعلق ایک ہی شہادت پیدا ہو اور اگر جایز ہون تو دونون ہون ورنہ دونون قابل رد ہون لیکن قانون قدرت نے ایسا نہین چاہا اور جو شخص ان دونون باتون مین وہ پہلو اختیار نہین کرتا جسکی شہادت قانون قدرت سے ملتی ہے وہ خدا کے قانون قدرت

انبیاء علیہم السلام کا کیا طریق رہا

یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نبی نے وحی الٰہی کی روشنی سے اس بات کو دیکھ لیا کہ تعدد ازدواج انسانی سوسائٹی کی ضروریات مین سے ہے اور اسکا دروازہ کبھی انسانونکے لیے بند نہین ہونا چاہئے۔ مگر اس دوسری وحشیانہ رسم کو یعنی ایک عورت کے زیادہ خاوند ہونیکو کسی نبی نے جایز نہین رکھا اگر تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی اس دوسری رسم کیطرح نکاح کے اصلی اغراض کی ناسمجھی کے باعث ہوتا تو کوئی وجہ نہین تھی کہ وہی نبی جنہون نے تعدد ازدواج کو جایز رکھا دوسری رسم کو جایز نہ رکھتے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے نکاح کی اغراض کو مد نظر رکھکر ہی تعدد ازدواج کی اجازت دی اور دوسری وحشیانہ رسم کی بیخکنی کی بعض وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اور نبیون نے تو تعدد ازدواج کو جایز رکھا مگر حضرت مسیحؑ نے اسکو جایز نہین رکھا۔ یہ سخت غلطی ہے جسقدر مسیحؑ کے اقوال چار انجیلون مین مذکور ہین انمین ایک لفظ بھی ایسا نہین جو تعدد ازدواج کا مانع ہو۔ اگر حضرت مسیحؑ کے نزدیک تعدد ازدواج بدکاری ہوتی تو ممکن نہین کہ وہ اسکے خلاف ایک لفظ بھی نہ بولتے حالانکہ انکے وقتمین اسکا کثرت سے رواج تھا۔ اور اب تو ایک عیسائی فرقہ اس بات کا قایل بھی پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تین بیویان تھین علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم بھی یوسف کی دوسری بیوی ہی تھین دو ہی باتین ہو سکتی ہین کہ یا تو وہ تعدد ازدواج کو جایز نکاح سمجھتے ہون اور یا نعوذ باللہ زناکاری خیال کرتے ہون لیکن ان کی خاموشی سے ظاہر ہے کہ انہون نے تعدد ازدواج کو ہرگز زنا نہین سمجھا کیونکہ ممکن نہین تھا کہ اپنے چارون طرف اسکی کثرت کو دیکھکر بلکہ خود اپنے گھر مین اس فعل کو ہوتا ہوا دیکھکر وہ چپ رہتے حالانکہ انکے نزدیک یہ فعل سخت ممنوع تھا پس سوائے اسکے کہ کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی تعدد ازدواج کو جایز نکاح سمجھتے تھے اور اس سے ہمارے اس قول کی تایید ہوتی ہے کہ ہر ایک نبی نے تعدد ازدواج کو جایز سمجھا ہے۔ تمام نبیونکی متفقہ شہادت تعدد ازدواج کے متعلق قطعی طور پر اسکے جواز کو ثابت کرتی ہے اور یہ کوئی چھوٹی سی بات نہین کہ تمام انبیاء کا اس بات پر

اتفاق ہو اگر اس مین کوئی بھی نقص ہوتا تو تمام صاحب وحی معلم اس نقص سے ناآشنا نہ رہ سکتے تھے۔ اس مضمون کے باقی دو حصون پر اگلی اشاعت مین بحث کرینگے +

(باقی آیندہ)

آریہ سماج کی سخت زبانی

یہ امر بہت ہی رنجدہ ہے کہ آریہ سماج اپنی مذہبی تحریرات سے جنمین سخت بدزبانی اور دل آزاری سے کام لیا جاتا ہے۔ عداوت اور دشمنی کا ایسا بیج بو رہا ہے جسکا نتیجہ کسی صورت مین اچھا نہین ہو سکتا! ان لوگون کی تیز زبانی اور دریدہ دہنی ایسی حد سے گذر گئی ہے کہ ملک کے مختلف حصون مین غریب اور امن جو قومون کو عدالتون مین چارہ جوئی کرنی پڑی ہے تا کہ اگر اور کسی طرح سے یہ لوگ نہین رک سکتے تو قانون کے ڈر سے ہی رُکے رہین مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگون کو اس بات کی بھی کچھ پروا نہین اور باوجودیکہ ان مذہبی مقدمات مین آریہ سماجیونکو سزائین مل رہی ہین مگر پھر بھی اس بات سے نہین رُکے جس سے روکنے کیلیے یہ سزائین دیگئی ہین۔ بلکہ بجائے نرم پیرایہ اختیار کرنیکے اور بھی گالیان دینے اور غیر مہذبانہ حملے کرنیمین ترقی کی ہے جیسا کہ بعض تازہ تحریرین اس امر پر گواہ ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانیت سے عاری ہونیکے سبب سے اس فرقہ کو اور کوئی راہ مذہبی مباحثات کی نظر نہین آتی سوائے اسکے کہ نہایت گندے اور ناپاک اور فحش الفاظ مین ان مقدسون کا ذکر کرین جن کو کروڑہا لوگ اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہین۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈران دل آزار تحریر دینے اتفاق رکھتے ہین اور یا اگر وہ دراصل انہین ناپسند کرتے ہین تو ان کا اس قوم پر اتنا اثر نہین کہ ایک بیجا طریقہ سے جس سے اندیشہ ہے کہ ملک کے امن مین فساد پیدا ہو ان پرجوش نوجوانون کو روکین جو حد سے گذر رہے ہین۔

مذہبی مباحثات آریہ سماج کی مذہبی تحریرین دراصل ایک نمونہ ہین اس قابل افسوس طرز کا جس طرز مین بہت سارے مذہبی مباحثات ہندوستان مین ہو رہے ہین اگرچہ بلحاظ بدزبانی کے کسی تحریر کو ان لوگون کی تحریر دینے کوئی نسبت نہین ان مباحثات مین جو اس ملک کے اندر مذہبی رنگ مین ہو رہے ہین اکثر کو پڑھکر مباحث کی نیک نیتی اور حق جوئی نہین پائی جاتی بلکہ اس کی نغو نکتہ چینی صرف اسی نتیجہ تک پہنچاتی ہے کہ لکھنے والے کے دل مین نہ دین کی عظمت اور نہ خدا کا خوف ہے آریہ سماج کے مباحثات کے کئی ہزارون ورق کو پڑھ جاؤ یہ نہین معلوم ہوگا کہ ان لوگون کو دل کی پاکیزگی سے جو مذہب کی حقیقی روح ہے مس تک بھی ہے اصل اور

اہم سوال جنسے کسی مذہب کی صداقت کا فیصلہ ہوسکتا ہے چھوئے بھی نہین جاتے اور عمداً ان سے گریز کیجاتی ہے صرف اسلیے کہ اسکا کوئی معقول جواب انکے مذہب مین موجود نہین ہے! اوران مصنفونکی تمام علمیت اسی مین خرچ ہوجاتی ہے کہ بدزبانی کے نئے نئے پیرائے ایجاد کرکے گالیون کی لغت کے دایرہ کو وسیع کیا جاوے۔ اس قسم کے مباحثات جاہلونکو تھوڑی دیر کیلیے خوش کردیتے ہین اوران کی غرض ہوتی بھی اسیقدر ہے لیکن ان کا اثر سوائے اسکے کہ دو قومون مین کینہ بڑھے اور کچھ نہین ہوتا نہین معلوم ان مباحثات سے آریہ سماج کو کونسا فایدہ حاصل ہوتا ہے جو اس طریق کی اصلاح نہین کیجاتی۔ حالانکہ ان کا نقصان اب کھلا کھلا یہ ظاہر ہورہا ہے کہ عدالتون تک نوبت پہنچ گئی ہے اور سویا ہوا کینہ پھر جاگ اٹھا ہے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ مذہبی مباحثات کا دروازہ بند کیا جاوے کیونکہ یہ مذہبی آزادی جو اس گورنمنٹ کے نیچے ہمکو حاصل ہے یہ خدا کی ایک نعمت ہے مگر اس نعمت کا ہمین شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اسکو جایز طور پر استعمال کرکے یہ دکھانا چاہیے کہ ہم اسکی قدر کرتے ہین نہ یہ کہ اس سے ناجایز فایدہ اٹھاکر فتنے اور فساد برپا کیے جاوین۔

خالی اعتراض کرنے اور نکتہ چینی سے کچھ حاصل نہین

ہمارے خیال مین مذہبونکے اس جنگ مین جو اسوقت شروع ہے اصلی سوال جو اس جھگڑے کا فیصلہ کرسکتا ہے بہت پیچیدہ نہین مگر اس سوال کا جواب دینے سے وہ لوگ جو حق پر نہین عمداً اعراض کررہے ہین کیونکہ اسکا کوئی معقول جواب انکے پاس موجود نہین نتیجہ یہ ہے کہ مباحثین کا کل زور اسی بات پر ہے کہ دوسرے مذاہب پر اعتراض کیے جاوین اور اسی مین ان کی کل کوشش خرچ ہوتی ہے یون ہر ایک غیر ضروری بات بحث کے نیچے آرہی ہے اور مباحثات سے کوئی بات صفائی سے حل نہین ہوتی بلکہ ضروری اور غیر ضروری اعتراضات کا گڑبڑ مچا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مباحثین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جسکے وجود سے ملک کو اور خلق کو نفع بہت کم اور ضرر بہت زیادہ پہنچ رہا ہے۔ جو دن رات اس ان تھک کوشش مین لگے ہوئے ہین کہ کتابون کی ورق گردانی کرکے ہر لفظ یا ہر خیال پر کچھ نہ کچھ اعتراض پیدا کرلین اس طریق سے کس مدعا کا حصول انہون نے مدنظر رکھا ہے اسکا جواب ہم کچھ نہین دیسکتے اگر ایک مذہب اپنی خوبی سوائے اسکے کچھ نہین دکھا سکتا کہ دوسرے مذاہب پر اعتراض کرنے مین وہ بڑا مشتاق ہے تو اس سے اسکی صداقت کا پتہ نہین ملیگا اور نہ ہی جسپر اعتراض کیے گئے ہین اسکا باطل ہونا یقینی اور قطعی ہوجائیگا۔ سوائے اسکے کہ کسی مذہب کے اصل اصول پر اعتراض کیے جاوین جو ان مباحثات مین معدوم نہین تو نادر ضرور ہورہا ہے۔ معمولی طور پر ہر ایک فریق ان اعتراضونکو جو دوسرے مذاہب پر کیے جاوین سچے سمجھ لیتا ہے اور جو اعتراض خود اسپر ہون انکو جھوٹے تصور کرلیتا ہے اور اگر ایک دہریہ ہے تو وہ کل اعتراضون کو صحیح سمجھ لیتا ہے پھر اس طریق سے کیا حاصل۔ ہم یہ بھی کہتے ہین کہ اگر بالفرض کسی مذہب نے یہ بھی ثابت کردیا کہ اسکے برخلاف

جس قدر اعتراض کیے جاتے ہین اسکے پاس انکو غلط سمجھنے کے وجوہات کافی ہین تو پھر بھی یہ امر اس مذہب کی صداقت کا ثبوت قطعی نہین ہوسکتا۔ مذہب کی اصل غرض صرف اسیقدر نہین کہ بعض ناقابل اعتراض باتین بیان کردے اور جو مذہب صرف اسیقدر کام کرتا ہے اور اس سے آگے کچھ نہین کرسکتا وہ خدا کیطرف سے نہین ہوسکتا۔ مذہب کی اصل اور اہم غرض تو یہ ہے کہ وہ اپنے معتقدین کی زندگیون مین کوئی نمایان اثر پیدا کرکے دکھاوے اور انکی ناپاک زندگیونکو پاک حالتون سے بدلدے۔ دنیا مین بہت ساری سچی باتین ہین جن کو بیان کرنیسے ہماری زندگیون پر انکا کوئی نیک اثر نہین پڑسکتا پس صرف اسیقدر کو مذہب کی غرض ٹھہرالینا غلطی ہے۔

مذہب کا پہلا فرض ہستی باریتعالی پر یقین تام پیدا کرنا ہے۔

مذہب کی اصل غرض اور اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالے سے تعلق اور یگانگت پیدا کرکے انسان ہر ایک قسم کے گند اور ناپاکی سے نجات پاوے اسکے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالے کی سچی معرفت حاصل ہو اور اس کی ہستی پر بصیرت کے ساتھ یقینی اور قطعی علم حاصل ہو کیونکہ اگر اللہ تعالے کی ہستی پر ہی یقینی ایمان نہین تو انسان اس سے تعلق کیا پیدا کرسکتا ہے! اب اللہ تعالے کی ہستی پر جسقدر دلایل عقل سے یا ملاحظہ مخلوقات سے ملتی ہین اول تو انسے قطعی اور یقینی شہادت اس امر کی پیدا نہین ہوتی کہ واقعی اللہ تعالی موجود ہے ہان صرف ضرورت صانع کی ثابت ہوتی ہے اور علاوہ ازین یہ دلایل کسی خاص مذہب سے تو حاصل نہین ہوئے پھر کسی مذہب کو ان دلایل سے کیا تعلق کیونکہ اگر کوئی مذہب نہ بھی ہوتا تو بھی یہ دلایل تو موجود ہوتے۔ پس جو مذہب ان عقلی دلایل کے سوا اور کوئی دلائل ہستی باریتعالے پر پیش نہین کرسکتا ایسے دلایل جو اپنے اندر قطعیت کا رنگ رکھتے ہون اسکا خدا کیطرف سے ہونیکا دعوے اسی جگہ باطل ثابت ہوجاویگا اور اسکی طرف سے دوسرے مذہب پر یا خود ایسے مذہب پر ایسے چوڑے اعتراضونکی ضرورت نہین رہتی! ور خواہ اسکے عقاید کیسے ہی ناقابل اعتراض ہین مگر محض اسوجہ سے کہ اس مین کوئی قابل اعتراض بات نہین وہ خدا کیطرف سے ہونیکا دعوے نہین کرسکتا کیونکہ ایسا مذہب کوئی نیا علم ہمین نہین دیتا سوائے اسکے جو خود عقل انسانی نے دریافت کیا ہے۔ علاوہ ازین جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین خالی عقل کی شہادت قطعی شہادت خدا کے موجود ہونے پر نہین بلکہ صرف اسکی ضرورت کی شہادت ہے اسلیے جو مذہب عقلی شہادت کے سوائے اور کوئی شہادت وجود باریتعالے پر پیش نہین کرسکتا اسکا منبع بھی عقل ناقص ہی ہوگی نہ خدا جو کامل ہے اسلیے کسی مذہب کی صداقت پرکھنے کیلیے سب سے پہلے ہمین اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے باریتعالے کی ہستی پر یقین پیدا کرنیکے لیے کونسی راہ بتائی ہے پس اس جنگ مذاہب مین ہر ایک مذہب کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ وہ راہ دکھاوے جس راہ پر چلکر انسانونکو ہستی باریتعالے کے متعلق یقین تام پیدا ہوسکتا ہے۔

مذہب کا اثر انسان کی زندگی پر

اگر مباحثات میں اس امر کو مدنظر رکھا جاوے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو بہت سارے مباحثات کا اسی جگہ خاتمہ ہو جاتا ہے ہاں کچھ دعویدار باقی رہ جائینگے جنکے درمیان فیصلہ کرنیکے لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس دعوے کی دلیل انکے ہاتھ میں کیا ہے یعنی آیا اس دعوے کا کہ فلان مذہب میں اللہ تعالے نے اپنی ہستی پر یقین تام پیدا کرنیکا راہ بتایا ہے عملی رنگ میں اس کے پیروؤں پر کوئی اثر بھی ہے یا نہیں کیونکہ اس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر ایک شخص پورے یقین کے ساتھ خدا کی ہستی پر یقین رکھتا ہے تو اسکا قدم ایک لمحہ کیلیے بھی خدا کی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا جس دل پر اس یقین نے پورا تسلط کر لیا ہے کہ ایک برتر ہستی موجود ہے جو انسان کے دل کے اندرونی خیالات سے بھی واقف ہے اور جو مخالفت کرنیوالونکو ایک دم میں ہلاک کر سکتی ہے تو ممکن نہیں کہ پھر اسی دل میں کوئی گندہ اور ناپاک خیال یا اللہ تعالے کی مرضی کے خلاف کوئی خیال قایم رہ سکے اسلیے مذہبی مباحثات کے اندر دوسرا اہم امر یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کسی مذہب کا اپنے پیروؤں کی زندگی پر یہ اثر ہے کہ نہیں کہ وہ انکو ہر ایک قسم کی ناپاکی سے نجات دیکر ایک پاک تبدیلی انکے اندر پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ایسے مذہب میں چلکر شیطان کے وسوسونسے بالکل محفوظ ہے تو ثابت ہوگا کہ ایسا مذہب اللہ تعالے کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کرتا اور اسلیے اس مذہب سے وہ راہ بھی نہیں مل سکتی جسپر چلکر انسان کو ہستی باریتعالے پر یقین تام حاصل ہو سکے بحث کے اس مرحلہ پر اور بہت سارے دعویدار الگ ہو جاوینگے۔

مذہب کی سچائی کا امتیازی نشان

مگر یہاں بھی اس بحث کا پورے طور پر خاتمہ نہیں ہوتا کیونکہ پاکیزگی کے کئی ایک دعویدار پیدا ہو جاوینگے۔ اور یہ مشکل ہے کہ ہر ایک دعویدار کے دعوے کو مثالیں دیکر توڑ سکیں کیونکہ ایک انسان کسی دوسرے شخص کی نسبت کیا کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کی زندگی کیسی ہے۔ علاوہ اسکے بہت سے ایسے افعال ہیں جن کے متعلق سب کا اتفاق نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ گناہ میں شامل ہیں یا نہیں اسلیے کوئی ایسا امتیازی نشان ہونا چاہیے جس سے اس دعوے کو آسانی سے پرکھا جا سکے یا یوں کہو کہ کوئی ایسا نشان ہونا چاہیے جو قطعی طور پر فارق بین الحق والباطل ہو۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالے نے انسانوں کو تاریکی میں ہی رکھنا چاہا ہو اور سچے مذہب کا کوئی ایسا نشان نہ رکھا ہو جسکے ذریعہ سے ہر ایک بجائے خود اسے پرکھ کر اختیار کر سکے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حق اور باطل کے درمیان خدا تعالے نے کوئی امتیازی نشان نہ رکھا ہو اگر اللہ تعالی انسانوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اسکی رضا کے تابع ہو کر چلیں اور اسکی مخالفت کی راہوں میں قدم نہ رکھیں تو ضرور ہے کہ اس نے اس راہ کی کوئی ایسی علامت رکھی ہو جس سے جھوٹی راہیں خالی ہوں پس اس امر سے کسی صورت میں انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی ایسا امتیازی نشان ضرور ہونا چاہیے جس سے طالب حق جھوٹے اور سچے مذہب کے درمیان فرق کر سکے اور یہی امتیازی نشان ہی ایک ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے جو بالآخر

اس عظیم الشان مذہبی جنگ مین حکم کا کام دیکر اس جنگ کو ختم کر سکتا ہے اور ایک اور ایک ہی مذہب کو سچا ثابت کرکے باقی سب کے...... بطلان کو بدیہی طور پر دکھا سکتا ہے پس ضروری اور اہم سوال کل مباحثات مین یہی ہونا چاہیئے کہ وہ امتیازی نشان جو حق اور باطل مین فرق کرسکتا ہے کیا ہے اور وہ نشان کس مذہب مین پایا جاتا ہے اور کونسے مذاہب اس سے خالی ہین صرف اسیقدر امر کا فیصلہ ہونیسے ہم ان مباحثات کے دل آزار طریق سے نجات پاسکتے ہین۔

وہ امتیازی نشان کیا ہے اور کہان پایا جاتا ہے

سچے مذہب کا امتیازی نشان یہ ہے کہ اسے خدا تعالی کی طرفسے ہر وقت یہ تائید ملتی ہے کہ وہ آسمانی نشان دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس امر سے کسی کو انکار نہین کہ ہر ایک مذہب نے ابتدا مین یہی دعوے کیا تھا اور اسی امتیازی نشان سے اسوقت کے موجودہ مذاہب پر فتح پائی تھی پس اگر ایسا امتیازی نشان حق اور باطل مین فرق کرنیکے لیے ابتدا مین ضروری تھا تو کوئی وجہ نہین کہ آنیوالی نسلونکو وہی امتیازی نشان نہ دیا جاوے بلکہ انکو تاریکی مین رکھا جاوے پس اسی امتیازی نشان کے ذریعہ سے ہم ان لوگونکے دعاوی کو پرکھین گے جو پاکیزگی کے مدعی ہین اور یہی امتیازی نشان جو ایک طرح پر سب مذاہب کے نزدیک مسلم ہے اس جنگ مذاہب مین فیصلہ کن امر ہوگا۔ یہ امر کہ واقعی یہی وہ امتیازی نشان ہے جو اللہ تعالے نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیکے لیے رکھا ہے۔ صرف اسی سے ثابت نہین کہ ہر ایک مذہب کی ابتدا مین یعنی جب وہ مذہب انسانی غلطیونسے پاک تھا یہ نشان ضرور پایا جاتا تھا بلکہ غور کرنیسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی امتیازی نشان حق اور باطل مین فرق کرنیکے لیے ہونا چاہیئے کیونکہ صرف آسمانی نشان ہی ایک ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالی کی ہستی پر یقین تام اور ذات باری کی معرفت تامہ پیدا ہوسکتی ہے اور یہ ہر مذہب کی مسلمہ غرض ہے۔ اس مین کچھ شک نہین کہ بدی سے بچنے کیلیے غیر معمولی ایمانی قوت درکار ہے اور غیر معمولی طاقت نہین پیدا ہوسکتی جب تک انسان ہستی باریتعالی پر خارق عادت نشان نہ دیکھ لے پس اصلی سوال جو کل مباحثات کو طے کرسکتا ہے۔ ایک نہایت ہی مختصر اور سیدھا سوال ہے جسکے حل کرنیکے لیے کوئی ایسی بات درکار نہین۔ جو معمولی انسانونکی قوت سے باہر ہو۔ طالب حق کو صرف اسقدر دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسا مذہب ہے جسمین اللہ تعالے خارق عادت آسمانی نشان ظاہر فرماتا ہے۔ اس مرحلہ پر پہونچکر ہم دیکھتے ہین کہ صرف ایک ہی مدعی اس میدان مین ہے اور اسکے سوائے کسیکو جرأت نہین جو اس میدان مین آسکے یا اسکے مقابلہ پر کمر ہمت باندھ سکے۔ یہ مدعی ہے اسلام کا پاک مذہب مگر نہ وہ اسلام جس مین انسانون نے غلطیان ملادی ہین۔ بلکہ اصلی اسلام جسکی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ اور جسکو آج اس ذات اطہر کا نایب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پیش کررہے ہین کوئی شخص ایسا نہین جسنے اس امتیازی نشان مین اس حامی اسلام کا مقابلہ کرنے کی جرأت

کی ہو اور جس نے جرأت کی نیچا دیکھا۔ خود آریہ سماج نے بھی اپنے ایک لیڈر کی موت مین ایسا امتیازی نشان دیکھا مگر افسوس کہ پھر بھی گندہ زبانی سے کام لیا۔

دھرم پال کی گندی تحریرین

آریہ سماج اس امر کا ثبوت تو دینے سے رہا کہ اسمین سچے مذہب کا امتیازی نشان پایا جاتا ہے اسلیے اب اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ جسقدر ممکن ہو دوسرے مذاہب کی نسبت سخت زبانی کیجاوے۔ کوئی دن ایسا نہ گذرتا ہوگا جس دن کوئی آدمی کسی ایک مذہب کو چھوڑکر دوسرا مذہب اختیار نہ کرتا ہو مگر آریہ سماج مین کسی شخص کا داخل ہونا سماج کیلیے ایک ایسی عجیب اور نئی بات ہے کہ ہر کس و ناکس کے ارتداد پر دنیا مین ایک شور برپا کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ ایک شخص نے جسکا نام اسکے والدین نے غلطی سے عبد الغفور رکھا تھا آریہ سماج مین داخل ہوکر دھرمپال اپنا نام تجویز کیا۔ تبدیلی مذہب کے وجوہات دینے کی بجائے اس نے ایک کتاب ترک اسلام شایع کی جس مین اسلام پر حسب معمول آریہ سماج کچھ اعتراض اکھٹے کیے گئے اس کتاب کا جواب کئی مسلمان مناظرین کی طرف سے شایع ہوا جسپر دھرمپال صاحب کو اسقدر جوش آیا ہے کہ انہون نے ایک کتاب تہذیب الاسلام کے نام سے شایع کرکے اسمین دل کھولکر مسلمانونکے خدا اور پیغمبر کو گالیان دی ہین۔ طرز تحریر ایسا ہے کہ متانت مس بھی کرگئی نہین معلوم ہوتی۔ اس کتاب مین اسقدر تیز زبانی اور ہلکاپن سے کام لیا گیا ہے کہ پڑھنے والا ایک لمحہ کیلیے بھی مصنف کے متعلق اچھی رائے قایم نہین کرسکتا۔ اللہ تعالے کے متعلق اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے حقارت آمیز کلمات کو بار بار دھرایا ہے جس سے ایک مسلمان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ کتاب کو شروع ان الفاظ سے کیا گیا ہے کہ دنیا مین سب سے بڑا فریبی کون ہے اور بہت سے تمسخر اور استہزا کے بعد اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ٹھگون اور چورون اور کسبیہ بردن غرضیکہ دنیا کے ہر ایک بدمعاش اور لچے سے بڑھکر فریبی (نعوذ باللہ) مسلمانونکا خدا ہے اور پھر اس جواب پر سفیہانہ ہنسی کی ہے اسکے بعد کوتہ اندیش مصنف اسی استہزا کے رنگ مین اسی قسم کے حقارت آمیز اور گندے کلمات کو دھرآتا ہے اور اللہ تعالے کے متعلق یہ بیباکانہ اور گندہ طرز تحریر اختیار کرتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک کیا وہ چورونکا سردار ہے۔ کیا رہزنونکا سرغنہ ہے کیا لوٹیرونکا پیشرو ہے کیا رندونکا سرگروہ ہے۔ کیا ٹھگونکا گورو ہے کیا مٹی ہے پتھر ہے اینٹ ہے روڑا ہے اونٹ ہے ہاتھی ہے اسی قسم کے ہفوات سے صفحہ بعد صفحہ بھرا ہوا ہے۔ (دیکھو تہذیب الاسلام صفحہ ۵) لیکن نہین کہ اس گند کے بعد پھر کوئی نرمی ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر گند آگے چلا جاتا ہے۔ ہم نہین چاہتے کہ ناظرین کے دل کو دکھایا جاوے اسیلیے ہم اسکی عبارتین بھی نقل نہین کرتے مثال کے طور پر یہ چند لفظ ہمنے لکھدیے ہین۔ لکھنے والیکو نہ ملک کے قانون کی کچھ پروا ہے اور نہ ہی شائستگی کا پاس ہے۔

اور نہ ہی یہ خیال ہے کہ آخر یہ چھ کروڑ لوگ جنکے دل وہ اس جرأت سے دُکھا رہا ہے اسی گورنمنٹ کی رعایا ہیں مذہبی آزادی دینے سے قانون کا یہ منشا کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسی بدزبانی اور دریدہ دہنی کی اجازت دیجاوے۔ جو موصل الی الشر ہے۔ اگر ان دو قوموں کے درمیان جو باہمی صلح اور امن سے ایک دوسرے کے پہلو میں گذارہ کر رہی ہیں کبھی کوئی فتنہ یا فساد ہو تو ایسی قسم کے مصنفوں کی تحریریں اسکی ذمہ دار ہونگی۔ کاش کہ کوئی آریہ سماج کا خیرخواہ سماج کو یہ سمجھا دے کہ ایک شخص اپنی کوتہ اندیشی سے وہ دشمنی کا بیج بو رہا ہے جسکا پھل کسی صورت میں نیک نہیں ہو سکتا۔ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات بجائے بڑھنے کے ایسی تحریروں سے اور بھی کشیدہ ہونگے جسقدر سختی اس نے ان لوگوں پر کی ہے جنہوں نے اسکی کتاب کا جواب لکھا تھا اسکو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں کیونکہ جوش کیوقت بعض وقت انسان حد سے گذر جاتا ہے میں معذور ہوتا ہے۔ مگر یہ بیوجہ کوسنا اور تحقیر کرنا عمداً دکھ دینے کیلیے کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا گیا ہے۔ کونسا مسلمان ہے جسکا دل اس قسم کے فقروں کو سُن کر ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتا جیسے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک شان میں بیوجہ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۳۰۹ پر نعوذ باللہ آنحضرت کی نسبت معلم الملکوت کا لفظ۔

آریہ سماج کے لیڈروں کا فرض

ہم نہیں سمجھتے کہ اس سخت کلامی سے آریہ سماج کو کیا حاصل ہو گا بلکہ اور مضرات کے علاوہ خود پبلک کے دل پر ایسی تحریروں سے آریہ سماج کے متعلق کوئی اچھی رائے پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیا وہ لوگ جو دوسرے مذاہب اختیار کرتے ہیں ان کا بھی یہی طریق ہے۔ ابتدا میں بعض عیسائیوں نے یہ غلط راہ اختیار کی تھی مگر آریہ سماج کی تحریروں کے بالمقابل وہ تحریریں گویا کچھ بھی نہیں۔ ہزاروں آدمی اسلام میں داخل ہوتے ہیں مگر کون اس طرح ان بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے جنکے مذہب میں وہ پہلے تھا۔ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ ملی اکٹر انشی کنت چٹوپدھیا پرنسپل حیدرآباد کالج نے مذہب اسلام اختیار کیا اور اسکے وجوہات دیکھیے جنمیں بیان کیے جو اسوقت رسالوں کی صورت میں چھپے ہوئے ہیں انکو شروع سے اخیر تک پڑھ جاؤ مگر ایک لفظ بھی اس قسم کا نہیں ہو گا جس سے کسیکو ناحق رنج پہونچانیکا ارادہ کیا گیا ہو۔ مذہب میں تو صرف اصول دیکھنے ضروری ہیں اور ذاتیات پر حملے کرنا نادانی ہے۔ آریہ سماج کے لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ کم از کم وہ ایسی تحریروں میں حصہ لینے سے اپنی بریت ظاہر کریں تا جو دکھ اس کتاب سے پہنچا ہے وہ ایک فرد واحد تک محدود رہے اور ایک قوم کیطرف سے نہ سمجھا جاوے ہم امید کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے لیڈر اگر ان جوشیلے کوتہ اندیشوں کو روک نہیں سکتے تو اس طریق کو وہ ضرور اختیار کرینگے کیونکہ یہ ازبس ضروری ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات میں کسی قسم کی رنجش پیدا نہ ہو۔

ہم دوبارہ اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کبھی اس کتاب کے ایک لفظ کی بھی پروا نہ کرتے اگر ہمیں صرف مباحثہ میں کسیقدر سختی کا پہلو اختیار کر لیا گیا ہوتا۔ مباحثہ میں سختی کا ہو جانا ایک معمولی امر ہے اور جوش میں بعض وقت طرفین کے مُنہ سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جنکے معنوں کی بیشی کا اندازہ کرنا ٹھیک نہیں ہوتا مگر اس کتاب میں

بجائے سختی کے فحش گالیون سے کام لیا گیا ہے۔ ایک شخص جو صرف اس کتاب کی فہرست مضامین کو ہی پڑھ لے وہ دیکھ لیگا کہ اس کتاب کا مصنف معقول مباحثہ کو چھوڑ کر سخت مباحثہ کی حد سے بھی کہین آگے گذر گیا ہے مثلاً ایسے ہذلیات اور توہین آمیز پیرایے جیسے خدا کا کیڑون مکوڑون (ص ۲۹) شیطان (ص ۱۳۸) بھنگیون یعنے چوہڑون (ص ۲۱۰) سے مقابلہ کرنا۔ اسلامی بہشت کو چکلے سے بدتر کہنا (ص ۲۱۸) ایک باعصمت عورت (حضرت مریم صدیقہ) پر وہ حملے کرنا جو یہودی بھی کرتا ہوا شرما جاوے (ص ۳۰۶) یہ اگر عمداً مسلمانونکے دلونکو دکھ پہونچانیکے لیے نہین کیا گیا تو کیا ہے۔ ہم تو یہ بھی کہنے کو تیار ہین کہ کوئی معقول آریہ سماجی بھی اس کتاب کے دو تین صفحے پڑھے تو ضرور اس کی گندہ زبانی سے کانپ اٹھیگا +

یہودیون اور عیسائیون کا اتحاد

مروّج اور غیر مروّج انجیلین

ڈاکٹر کراس نے جو اسوقت ہنگری کے ایک کالج مین پروفیسر ہے یہودیونکے ایک میگزین مین ایک مضمون لکھا ہے جسمین کسیوقت یہودیون اور عیسائیونکے اتحاد کے امکان کو دکھایا گیا ہے اس مضمون مین یسوع کی زندگی کے واقعات درج کیے گئے ہین اور اس لحاظ سے کہ وہ ایک یہودی کے قلم سے نکلے ہین خاص دلچسپی رکھتے ہین۔ کوشش یہ کیگئی ہے کہ یہودیونکو اس الزام سے بری ثابت کیا جاوے کہ انہون نے دانستہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کوئی تکلیف پہنچائی تھی۔ پہلے وہ ذرائع بیان کیے گئے ہین جنسے مسیح کی زندگی کے واقعات کا پتہ ملسکتا ہے۔ اور اس امر پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ تاریخی طور پر مسیح علیہ السلام کی زندگی کے واقعات دریافت کرنیکے ذرائع بہت ہی کم ہین۔ چار مروجہ انجیلونکے متعلق مصنف مضمون کی وہی رائے ہے جو آج کل عیسائیونمین مسلم ہے یعنی یہ کہ وہ ایک نامکمل اور ناقص روایت کی بناپر لکھی گئی ہین گویا تاریخ کے رنگ مین نہین بلکہ قصونکے رنگ مین ہین۔ اسکے ساتھ ہی تاریخی طور پر ان چالیس یا چالیس سے زیادہ انجیلونکو جو عیسائیونکے نزدیک جعلی ہین۔ اسی حد تک معتبر قرار دیا گیا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ بیان کیگئی ہے کہ "جبتک مروجہ چار انجیلونکو کافی شاہد تصور کیا جاتا تھا غیر مروج انجیلونکو کوئی وقعت نہین دیجاتی تھی۔ مگر اب جبکہ مروجہ انجیلین قصص اور ناقابل اعتبار ثابت ہوگئی ہین تو کوئی ایسا امتیازی نشان نہین جس سے ہم ان دونون قسم کی انجیلونمین کوئی فرق کر سکین۔ دو یا تین سال ہونگے کہ جرمنی کے فاضل کا تر ڈبی نے ایک مشہور تصنیف مین یہ ثابت کیا تھا کہ طفولیت کی انجیلین نہایت قیمتی تاریخی ذرائع ہین اور انپر پورا غور ہونا چاہیئے

جسقدر غیر مروج انجیلونکی وقعت تاریخی نگاہ مین بڑھتی جاوے گی۔ اسیقدر مروجہ اناجیل کی وقعت کم ہوتی جاوگی ان امور کو مدنظر رکھکر یسوع کی زندگی مین ایک بھی ایسا واقعہ نہین جسکی صحت پر اعتراض نہ ہوسکتا ہو“.....

عیسائیونکی ان تحریرونکے علاوہ یہودی ذرایع کو بھی لیا گیا ہے اگرچہ وہ ان سے بھی بہت کم ہین۔

مسیح کی ولادت پر حملے

یہودیون کی نفرت حضرت مسیح سے ایک مشہور امر ہے۔ لیکن ڈاکٹر کراس اگرچہ بکلی اس نفرت سے پاک نہین مگر بہت حد تک اس موروثی نفرت کے خیال کو دل سے دور کرچکا ہے تاہم اسکی تحریر بالکل اس خیال سے پاک نہین۔ ابتدا مین وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ”یسوع ایک بزرگ اور متقی انسان ہمارے درمیان پیدا ہوا“ اور پھر لکھتا ہے ”اگر کلیسیا ہر ایک امر کو جو یسوع کے متعلق ہے بگاڑکر کچھ کا کچھ نہ بنا دیتی تو اسکا نام آج یہودیونکے درمیان نفرت نہین بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ اگر کلیسیا انہین مسایل کو رواج دیتی جنکی تعلیم واقعی حضرت مسیح نے دی تھی۔ تو اسرائیلی انبیا ء اور خود یسوع کے اصل منشار کے مطابق ہوتا کیونکہ وہ ہم مین سے تھا وہ اس امر کو محسوس کرتا تھا کہ وہ ہماری طرف بھیجا گیا ہے۔ وہ ہمین تعلیم دینی چاہتا تھا اور ہماری خوشحالی اسکا مقصد تھا“ ان الفاظ مین حضرت مسیح کا بنی اسرائیل کیطرف رسول ہونا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے صاف الفاظ مین تسلیم کرلیا گیا ہے مگر باوجود اس اقرار کے ان جھوٹے قصّونکو جو حضرت مسیح کی پیدایش کے متعلق یہودیونمین چلے آتے ہین اس مضمون مین بہت وقعت دیگئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ تاریخی طور پر انکو صحیح تسلیم نہین کرلیا گیا بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت کو ناجایز قرار دینے سے اصل غرض یہود کی صرف یہی تھی کہ تا انکے دعوے کی تردید کرین اور تا کہ ان کی نسبت ایسی باتین مشہور کیجاوین جو انکو بدنام کرنیوالی ہون مگر پھر بھی مصنف مضمون کا دل یہ نہین چاہتا کہ ان قصّونکو قطعی طور پر جھوٹے قرار دے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ”جہان ایک بے تعصب محقق اسبات کا افسوس کریگا کہ مذہبی جوش نے کہانتک نوبت پہنچائی ہے ساتھ ہی اسکے سامنے یہ سوال بھی آئیگا کہ کوئی واقعہ جسکے ذریعہ سے اظہار دشمنی کیا جاوے لازمی نہین کہ وہ ضرور ہی جھوٹا ہو کیا ممکن نہین کہ انجیلونکا قصہ ہی جسپر اور بھی کئی طرح کے شبہات وارد ہوتے ہین جعلی ہو؟ اور اگر کلیسیا کو جو یسوع کی الوہیت یا اسکے بن باپ پیدا ہونیکا کوئی ثبوت نہین دے سکتی اسی امکان کا مقابلہ کرنا پڑے کہ یسوع کی ولادت کے متعلق وہی قصص صحیح ہین جو حواریونکے علاوہ دوسرے لوگون (یعنی یہودیون) نے لکھے ہین تو پھر کیا ہوگا۔ کیا اس سے یسوع کی تعلیم کی قیمت کم ہوجاویگی۔ اور کیا پھر وہ اس قابل نہ رہیگی کہ ایک عظیم الشان کلیسیا کی بنیاد اسپر رکھی جاوے“ یہ خیالات مصنف کی اپنی رائے کی تردید کررہے ہین۔ جو اس مضمون کے پہلے حصّہ مین حضرت مسیح کے سچا نبی ہونیکے متعلق اسنے بیان کی ہے کیونکہ اگر واقعی حضرت

مسیح خدا کیطرف سے تھے اور راستباز تھے۔ توان قصص کو لازماً جھوٹا ماننا پڑے گا۔ راقم مضمون کو جو ایک یہودی ہے توریت کے وہ الفاظ ضرور معلوم ہونگے جنمین حرامی بچونکے متعلق لکھا ہے کہ "حرامی بچہ خداوند کی جماعت مین داخل نہووے اسکی دسوین پشت تک وہ خداوند کی جماعت مین شامل نہ ہو"(استثنا ۲۳/۲) پس وہ شخص جسکو اللہ تعالے اس قابل بھی نہین سمجھتا کہ وہ اسکی جماعت مین داخل ہووے ایسے شخص کو وہ نبوت کا ممتاز عہدہ کیونکر دیسکتا ہے اِس حوالہ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیون کی اصل غرض ان قصونکے گھڑنے مین سوائے اسکے کچھ نہین تھی کہ اس سے حضرت مسیح کے دعوے نبوت کو صدمہ پہنچے۔ یہ سچ ہے کہ کسی آدمی کی بڑائی اس بات پر منحصر نہین کہ اسکی ولادت یا نسل کیسی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی حق ہے کہ وہ لوگ جنکو اللہ تعالی اپنے لیے چنتا ہے اور جنکو وہ دنیا کیطرف رسول کرکے بھیجتا ہے اس قسم کے نقصونسے اور ایسے عیبونسے پاک ہوتے ہین۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جھوٹے قصونپر جن مین حضرت مسیح کی ولادت پر حملے کیے گئے ہین۔ یہودیونکا کیسا پکا اعتقاد ہے مگر انکو سچا ثابت ماننے کیلیے یہ ضروری ہے کہ پہلے ان قصون کو جھوٹا سمجھا جاوے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کو حضرت مسیح کے متعلق روح منہ کہنا پڑا جس سے یہ سمجھایا گیا کہ جس بات پر یہودی جمے بیٹھے ہین کہ آپکی ولادت مین نعوذ باللہ ناپاکی کو دخل ہے یہ بالکل جھوٹ بات ہے بلکہ وہ ایک پاک روح ہے جو خدا کیطرف سے ہے نہ کہ شیطانی اور ناپاک روح۔ اگر یہودیونکے اسقدر سخت اعتراض آپ کی ولادت پر نہ ہوتے تو خدا کے پاک کلام کو ان الفاظ کے بیان کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

تیس سالہ زندگی حضرت مسیح کی تیس سال کی زندگی کا کوئی حال معلوم نہین اور اس امر سے عیسائیوں کو بھی انکار نہین مروجہ اناجیل مین صرف ایک دو واقعات کا ذکر ہے طالمود مین بھی ایک دو اشارے پائے جاتے ہین مگر انکی صحت پر یقین نہین کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر کراس ایک واقعہ کو جسکا ذکر طالمود نے کیا ہے یون بیان کرتا ہے۔ "ایسا ہی بیان طالمود مین بھی موجود ہے۔ یہان یسوع بحیثیت ربی یشوع بن پراحیا کے شاگرد کے پیش کیا گیا ہے جسکے ساتھ وہ مصر مین بھاگ گیا کیونکہ بادشاہ ربیونکو تکلیف دینا تھا۔ بعد مین جب دونون فلسطین کو واپس آئے تو یسوع کا کسی عورت کی خوبصورتی پر فریفتہ ہوجانا دیکھکر ربی نے اسے عاق کردیا یہی سبب تھا کہ یسوع نے اسرائیلی مذہب سے ارتداد کیطرف لوگونکو بلایا" اس قصہ کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ایسے وقت مین گھڑا گیا جب عیسائیت کا رنگ پلٹ چکا تھا یعنی...... حضرت مسیح سے بہت مدت بعد۔ عجیب بات ہے کہ اور نبیونپر بھی انکے دشمنون نے اسی قسم کے الزام لگائے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام خبیث فطرتین ایک ہی وضع کی ہوتی ہین۔

مسیح کی تعلیم مگر سب سے زیادہ ضروری امر جو یہودیون اور عیسائیون کے اتحاد کے سوال کو آخرکار حل کرسکتا ہے

مسیح کی تعلیم کا سوال ہے۔ اس بارے مین ڈاکٹر کراس سب سے پہلے یہ سوال پوچھتا ہے کہ کیا حضرت مسیح نے واقعی کسی نئے مذہب کے بانی ہونیکا دعوے بھی کیا تھا؟ اور اسکا جواب یہ دیتا ہے کہ "باوجودیکہ اناجیل اسوقت لکھی گئین جب عیسایئت مین کسی قدر تغیر آچکا تھا تاہم وہ بھی کھلے طور پر یہ دعوے کرنیکی جرأت نہین کرتین کہ یسوع نے شریعت موسوی کو منسوخ کردیا تھا اور تفسیر کو تاریکی مین رہنے دیا کہ حواری اسکے متعلق ٹھیک رائے قایم کرین۔ ایک معقول پسند منقد اناجیل سے صرف اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ خواہ انکی مذہبی تعلیم کچھ ہی ہو اسمین کچھ شک نہین کہ یسوع دوسرے یہودیونکی طرح ایک یہودی تھا بلکہ ربیونکی طرح وہ ایک ربی تھا۔ اور کہ اس نے صرف اسیقدر دعوے کیا اور اس سے بڑھکر اور کوئی دعوے نہین کیا۔" دراصل حضرت مسیح کے اقوال ہین جو اناجیل مین مذکور ہین ایک لفظ بھی ایسا نہین جس سے یہ ثابت ہو کہ آپنے شریعت موسوی کو منسوخ کردیا تھا یا آپ کا ارادہ منسوخ کرنیکا تھا۔ متی آپکے اس قول کو نقل کرتا ہے "یہ خیال مت کرو کہ مین توریت یا نبیونکی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنیکو نہین بلکہ پوری کرنیکو آیا ہون۔" (متی ۵/۱۷)۔ طالمود اسی قول کو نقل کرتے ہوئے اسکو اور بھی واضح کردیتی ہے چنانچہ اسکے الفاظ یہ ہین "مین اس لیے نہین آیا کہ موسے کی شریعت سے کچھ گھٹاؤن نہ اسلیئے آیا ہون کہ اس شریعت پر کچھ ازدیاد کرون۔" شریعت کو پورا کرنیسے آپ کا یہی مطلب تھا۔ پھر جب ایک دولتمند نے آپسے آکر کہا کہ مین کونسا نیک کام کرون جس سے ہمیشہ کی زندگی پاؤن تو آپ کا جواب عبرانیون کی انجیل مین یون نقل کیا گیا ہے کہ "توریت اور نبیون کی کتابونکو پورا کرو" یعنے انکے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ یہ شالین یہودی فاضل نے یہ ثابت کرنیکے لیے لکھی ہین کہ حضرت عیسے صرف شریعت موسوی کے خادم ہوکر آئے تھے اور خود کوئی نئی شریعت نہین لائے اور نہ آپنے کبھی شریعت سے انحراف کیا عملی طور بھی وہ حضرت موسے کی شریعت کے مطابق ہی چلتے رہے آپ کی زندگی مین صرف دو ایسے واقعہ پیش کیے جاتے ہین جن کو حضرت موسے کی شریعت کے خلاف ورزی کہا جاتا ہے اور پھر اس سے منسوخی شریعت کا نتیجہ نکالا جاتا ہے مگر یہ محض تنکے کا پہاڑ بنانا ہے۔ ڈاکٹر کراس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اول تو ممکن ہے کہ سہواً یہ افعال آپسے سرزد ہوئے ہون یعنی ایک سبت کے دن خوشونکے توڑنیکی اجازت دینا اور دوسرا کھانیسے پہلے ہاتھ نہ دھونا اور پھر یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ ضروریات شریعت موسے کی نہ تھین بلکہ ربیونکے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق انکی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔

یہودی الزام سے مسیح کی بریت نہین ہوسکتی

یسوع کے عدالتون مین گھسیٹا جانے اور صلیب پر کھینچا جانے کے معاملہ مین ڈاکٹر کراس یہودیونکو بالکل بیگناہ سمجھتا ہے اور اسکا سارا گناہ پیلاطوس کے ذمے ڈالتا ہے جو رومیون کیطرف سے حاکم تھا۔ اس امر کو چھوڑکر کہ جسقدر شہادت ملتی ہے

وہ اس کے خلاف ہے بلکہ اغلب بھی نہین کہ یہودیون نے حضرت مسیح کو دکھ دینے مین کوئی حصہ لیا ہو مصنف مضمون لکھتا ہے کہ "اس قسم کے اور بہت سے خیالی پلاؤ پکانیوالے" جس سے اس کی مراد مسیحیت کے جھوٹے دعویدار ہین۔ اسوقت سے پہلے اور پیچھے رومیون نے اسی طرح مار ڈالے تھے مگر اس سے بھی یہ قرینہ پیدا نہین ہوتا کہ حضرت مسیح بھی اسی طرح مارے گئے ہون اسوقت کے یہودیونکے دلونمین مسیح کی وہ عزت نہ تھی جو آج کل کے بعض مہذب یہودیونکے دلونمین ہے بلکہ وہ انکو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ حضرت مسیح کی مخالفت کرنیمین ان کے ہاتھ مین کوئی بھی عذر نہین تھا انکو ٹھوکر ملاکی کی پیشگوئی پر لگی جس مین لکھا تھا کہ سچے مسیح کے آنیسے پہلے ضرور ہے کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے پس یہودیونکے نزدیک مسیحیت کا ہر ایک دعویدار جھوٹا تھا جبتک ایلیا نبی آکر اسکی شہادت نہ دیتا اسی بنا پر انہون نے حضرت عیسے علیہ السلام کے دعوے کو بھی جھوٹا سمجھ لیا۔ ایلیا کی دوبارہ آمد کی تشریح جو حضرت مسیح نے کی وہ یہ تھی کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہی ایلیا یعنی ایلیا کی دوبارہ آمد سے مراد یوحنا بپتسمہ دینے والے کا آنا تھا جو ایلیا کی روحانی خاصیتونکو لیکر آیا ہے۔ لیکن یہودیون نے اس امر کو قبول نکیا اور وہی غلطی کی جو خود اس زمانے مین وہ لوگ کر رہے ہین جو اس انتظار مین ہین کہ مسیح خود آسمان سے اترے حالانکہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی اسکے مثیل کی آمد سے جو اسی کے رنگ مین اور اسی کی روحانی قوتو نکے ساتھ آیا ہے پوری ہو چکی ہے غرضیکہ اس موٹی بات کو ہاتھ مین لیکر کہ چونکہ ایلیا نہین آیا اسلیے مدعی مسیحیت صادق نہین ہو سکتا۔ یہودیون نے ہر قسم کے دلایل کے سننے سے اعراض کیا اب وہ حالت نہین کیونکہ ایلیا کے آنیسے یہودی مایوس ہو چکے ہین جیسا کہ کسی دن مسیح کے واپس آنیسے اسکے قایل مایوس ہو کر آخر حق کیطرف رجوع کرینگے پس اب وہ حضرت مسیح کو راستباز نبی ماننے کیلیئے بھی تیار ہین مگر اسوقت چونکہ یہودی پختہ طور پر یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ حضرت عیسٰے دعوے مسیحیت مین نعوذ باللہ مفتری ہین اور اسی لیے انہون نے آپ پر اور آپکی والدہ صدیقہ پر نہایت ناپاک الزام بھی لگائے تھے اسلیئے انہون نے طرح طرح کے دکھ بھی انہین دیئے اسیطرح جیسا ہر نبی کو دکھ دیا گیا صلیب پر کھینچنے سے انکا منشا یہی تھا کہ اس سے حضرت مسیح کا دعوے باطل ہو جاویگا۔

اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے

اب ہمنے یہ دیکھنا ہے کہ یہودیون اور عیسائیونکا اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے اکثر کراس اسکے متعلق اپنے مضمون کے اخیر مین یہ تجویز کرتا ہے "اگر ہم یہودی جنکی تعداد بہت تھوڑی سی ہے عیسائی کلیسیا سے یہ درخواست کرین کہ وہ ہماری خاطر اپنی بعض باتونکو چھوڑ دے تو یہ شاید ہماری گستاخی سمجھی جاوے گی لیکن اگر یہ صورت ہو جاوے تو پھر ہم دونون قومین اس عظیم الشان انسان یسوع مین اپنی خوشی کو پالینگی۔ ہم بڑے فخر سے اسے اپنا تسلیم کر لینگے اور اسے اسرائیل کا سب سے بڑا فرزند مان لینگے۔ چونکہ اب وہ خدا تو ہو نہین سکتا پس اسے انسان ہی بننے دیا جاوے لیکن

ایسا انسان جو معمولی انسانوں سے نرالا ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے چند سال کا ذکر ہے کہ راقم اور دیگر یہودی مصنفوں کو امریکہ سے چند سوال پہنچے تھے جن میں ہماری رائے یسوع کے متعلق دریافت کیگئی تھی۔ اور یہودی مذہب کے اتحاد کے متعلق اشارہ کیا گیا تھا۔ ہم یہودی اگر اس بات کو مان لیں تو گویا اپنی تمام خصوصیات یعنی اپنی قومیت اور اپنی زندگی اور اپنے مذہب سے دست بردار ہو جائینگے ہاں اگر عیسائی مذہب اپنی خصوصیات کو چھوڑ دے تو ہم اپنی خصوصیتیں چھوڑ دینگے تب ہم بائیبل کے الفاظ میں ایک قوم ہو جائینگے یہ میرا جواب اس اتحاد کے سوال کے متعلق ہے جو امریکہ سے پوچھا گیا تھا" اس تجویز سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ راقم کا منشاء عیسائیت کی خصوصیات سے کیا ہے۔ یہ ہیں تثلیث اور مسیح کی الوہیت اور کفارہ یعنی عیسائی مذہب کے وہ اصول جن پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے اور جنکے سبب سے یہ مذہب یہودی مذہب سے الگ ہوا لیکن یہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ یہودی مذہب کی خصوصیتوں سے کیا مراد ہے غالباً اسکا منشاء یہودیوں کی شریعت ہے۔ دراصل یہ اتحاد کی تجویز ان دونوں قوموں کے موجودہ میلان کا نقشہ کھینچ رہی ہے کیونکہ عیسائی مذہب کا میلان تو اسوقت یہ ہے کہ کفارہ اور تثلیث اور الوہیت مسیح کے عقاید کو دور کیا جاوے اور یہودی مذہب کا میلان یہ ہے کہ یہودی شریعت اسوقت قابل عمل نہیں ہے اور یہودی شریعت تھی بھی دراصل ایک خاص قوم اور خاص وقت کے لیے۔ لیکن اگر دونوں مذہبوں کی خصوصیتوں کو الگ کر دیا جاوے جیساکہ زمانہ باواز بلند پکار رہا ہے کہ انہیں آخر چھوڑنا پڑے گا۔ تو باقی صرف اسلام کے اصول ہی رہ جاتے ہیں یا یوں کہو کہ ان دونوں مذہبوں کا خاتمہ ہو کر باقی صرف اسلام کا مذہب ہی رہجاتا ہے کیونکہ اسلام نے جہاں ایک طرف تثلیث اور کفارہ کی تردید کی دوسری طرف یہودی شریعت کو منسوخ کر کے دنیا کو ایک ایسا پاک مذہب عطا کیا جو سب قسم کی غلطیوں سے پاک ہے اسلیے یہودن اور عیسائیوں کا مجوزہ اتحاد ہمیں ایک قسم کی خوشی بھی دیتا ہے کیونکہ یہ قبولیت اسلام کیطرف پہلا قدم ہے۔

ان غلطیوں کی اصلاح سب سے پہلے کس نے کی

اگر یہ تجویز یہودیوں اور عیسائیوں کے اتحاد کی تکمیل کو پہنچ جاوے تو دنیا اس انسان کو اپنا عظیم الشان محسن سمجھے گی جسکے ذریعہ سے ایسی اصلاح ہوگی اسوقت بیشک ہر ایک آدمی کا خیال ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جب واقعات کیطرف دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات دنیا اپنے سچے محسنوں سے دشمنی ہی کرتی رہی ہے اور احسان فراموشی کر کے انہیں کی مخالفت کرتی رہی ہے جنہوں نے اسے فایدہ پہنچانا چاہا۔ ایک ایسا محسن بلکہ دنیا کا سب سے بڑا محسن عرب کے بیابانوں میں اٹھا اور سب سے پہلے اسنے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو اپنی اپنی غلطیوں پر مطلع کیا۔ مگر اسکی بات کو کسی نے نہ سنا۔ اسنے یہودیوں کو باواز بلند پکار کر سنایا کہ دیکھو تم مسیح کو جھوٹا کہنے میں اور اس پر اور اسکی والدہ پر الزام لگانے میں غلطی کر رہے ہو اور یہ بھی سنایا کہ حضرت موسےٰ کی شریعت قانون مختص القوم اور مختص الزمان تھا۔ اسنے

عیسائیونکو بار بار کہاکہ مسیح کو خدامت کہو۔ وہ نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے ہان انسانون مین سے ایک انسان مگر ساتھ ہی خدا کا ایک برگزیدہ نبی بھی ہے۔اس نے دونون قومون پر الزام قایم کیا کہ ایک قوم تفریط کیطرف جارہی ہے اور دوسری افراط کیطرف اور فرمایا کہ یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم اے اہل کتاب مسیح کے بارہ مین غلو مت کرو نہ اسکو حد سے بڑھاکر خدا بناؤ نہ اتنا گھٹاؤ کہ مفتری اور کیا کچھ قرار دو۔اسی طرح یہودیون کے الزام کو بہتان عظیم کہہ کر ان تمام قصونکو جھوٹے قرار دیا جنکو مشہور کرکے یہودی مسیح کی ولادت پر ناپاک حملے کرتے تھے

آنحضرت کا ان غلطیون پر مطلع ہونا ایک خارق عادت امر تھا

حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن شریف مین بیان کیا گیا ہے اسمین اعجازی امر یہ ہے کہ ان باتونکا کہنے والا بظاہر ایک اُمّی آدمی تھا جسکو کتابی علوم کا مطلق کچھ پتہ نہ تھا۔آج کا نہین بلکہ تیرہ سو سال کا یہ ذکر ہے جسوقت نہ وہ تنقید موجود تھی جس سے آج یہ نتیجے نکالے جاتے ہین۔ نہ تنقید کے اصول اور نہ ہی وہ سامان جسکے ذریعہ ایک منقد صحیح نتیجہ پر پہونچ سکے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی تحقیق نہین کی کہ یہودیون نے یہ کہانیان کیون اور کس طرح بنائین اور آیا وہ اصلی ہین یا جعلی۔اور نہ ہی عیسائیونکے اصول مذہب کے متعلق کبھی تحقیقات کی کہ پہلے کیا تھے پھر کیا ہوئے۔غرضیکہ ان عادی راہونمین سے کوئی راہ اختیار نہین کی جنپر چلکر دنیا مین انسان بعض امور سے بعض نتایج پر پہنچتے ہین اور پھر وہ نتایج بھی ضروری طور پر صحیح نہین ہوتے۔مگر ان طریقونمین سے کسی طریق کو نہ اختیار کرکے بھی آپ ایک ایسے عجیب اور صحیح اور مضبوط نتیجہ پر پہنچے جو آج ایک دنیا کو حیرت مین ڈالنے والا ہے۔جس زمانہ مین آپکا ظہور ہوا ہے حضرت مسیح کے متعلق صحیح عقیدہ کہین بھی نہ تھا۔یا تو افراط کا پہلو یعنی خدا اور خدا کا بیٹا اور یا تفریط کا وہ پہلو جو اور کسی نبی کے متعلق کبھی مخالفین نے اختیار نہین کیا یعنی ولادت پر یہ حملے کہ وہ نعوذ باللّٰہ ناجایز طور پر پیدا ہوئے اور موت پر حملے کہ وہ نعوذ باللّٰہ لعنتیونکی موت تھی۔مگر ان سب تاریکیونکے ہوتے ہوئے آپ ایک ایسے روشن نتیجہ پر پہونچے جسکے سامنے آخر باریک سے باریک اصول تنقید کو سر جھکانا پڑا ہے۔یہی باتین جو آج دو ہزار برس کے بعد عیسائیون کو معلوم ہوئی ہین آپنے انکو کہین کہ دیکھو مسیح خدا نہین بلکہ خدا کا بندہ ہے اور رسول ہے۔اسکے سوا اور کس نے کہا۔ ولا تقولوا ثلٰثۃ انتھوا خیرا لکم تین خدامت کہو اس سے باز آجاؤ کہ یہی تمہارے لیے بہتر ہے مگر اس مشفق ناصح کے الفاظ کی پروانہ کی گئی۔پھر کس نے یہودیونکو اس پرشوکت آواز سے کہا وقولھم علٰی مریم بھتانا عظیما۔ تم اسلیے ملعون ٹھہرے کہ تمنے مریم صدیقہ پر بہتان عظیم باندھا۔افسوس ہے اُن عیسائیون پر جنہون نے یہودیونکے قصے سنتے سنتے آخر کار پینتھر یعنی اس رومی سپاہی کو جسکے ساتھ یہودی اپنے خبث کیوجہ سے حضرت مریم صدیقہ پر جھوٹا الزام لگاتے تھے حضرت عیسے کے آبا کی فہرست مین شامل کر دیا ہے

اس نے کہا کہ دیکھو تم مسیح کو جھوٹا مت کہو مگر اسوقت اس ہمدرد کے الفاظ پر بہت تھوڑوں نے غور کیا اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ کون تھا جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس اصلی اور حقیقی راز پر آگاہ کر دیا اور غلطیوں کے عظیم الشان ڈھیر کے نیچے سے نکالکر اصل حقیقت کو صحیح صحیح دکھادیا۔ وہ حقیقت جو آخر کئی نسلوں کی محنتوں سے بھی جزوی طور پر ہی دریافت ہوئی ہے اسکا اطلاع دینے والا سوائے اس عالم الغیب ہستی کے اور کون ہو سکتا تھا۔ جو دلونکے اسرار سے بھی واقف ہے اسی نے یہ صداقت بھی آپ پر منکشف کی ورنہ اس زمانہ مین اس صداقت کو پالینا انسانی طاقت سے باہر تھا کیا یہ بین ثبوت اس امر کا نہین کہ آپ وحی الٰہی کے سرچشمہ سے بولتے تھے نہ اپنی خواہش یا ارادے سے ؟ یہ ایک نہایت صاف اور واضح دلیل ہے کیونکہ ایک انسان اَن پڑھ بیابان مین بیٹھا ہوا اور بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھنے والا خود بخود اس نتیجہ پر کیونکر پہنچ سکتا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ اعتقاد خالی انسانی خیال ہوتا تو اغلب یہی تھا کہ آپ ایکطرف کو جھک جاتے مسلمانوں کے لیے کیسی خوشی کا مقام ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق صحیح تنقید سے آخر وہی عقیدہ صحیح ثابت ہوا جو انکے ہادی اور رہبر نے سکھایا تھا اور خود یہودیوں اور عیسائیونکو اپنے غلط عقاید چھوڑکر آخر یہی پاک عقیدہ تسلیم کرنا پڑا کیسا عجیب رہنما یہ انسان تھا۔ اور کیونکر اسکی ہر ایک بات قابل وثوق ثابت ہو رہی ہے اسی کی آنکھ نے آسمان سے روشنی پاکر غلطیونکے تاریک بادلونکے نیچے سے اصل حقیقت کو پالیا۔

کیا یہودی اور عیسائی اس نبی کا احسان مانین گے

چند اور لفظونپر اسکو ختم کرتے ہین جس صورتمین یہودی اور عیسائی دونون قومین اپنی اپنی غلطیونکو تسلیم کر رہی ہین کیا وہ اس امر کے لیے تیار ہین کہ اس عظیم الشان محسن کے احسان کا اقرار کرین جسنے سب سے پہلے یہ حقیقت دنیا کو کھولکر دکھائی۔ وہ تعصب جو ان لوگونکو اس مقدس انسان کے خلاف پیدا ہوگیا ہے انکو اس بات کی اجازت نہ دیگا اور گو اسلام کے اصول کی صداقت کو ایک ایک کرکے تسلیم کرتے جاوین مگر آنحضرت کی صداقت کو تسلیم کرنا انکو موت کے برابر نظر آتا ہے مگر آخر یہ تعصب کا پردہ بھی ضرور ایک دن اُٹھ جائیگا اور صداقت کی چمکدار شعاعین غلطیونکی تاریکی کو پاش پاش کرکے سب دلونکو منور کر دینگی کیونکہ آخر غلبہ حق کا ہی ہے دنیا مین بہت سے بڑے بڑے انسان گذرے ہین مگر اس عجیب انسان کی عظمت کے مقابل سب ہیچ ہین اسکے آگے جیسا ایک فلاسفر اور اخلاقی تعلیم دینے والے کو سر جھکانا پڑتا ہے اسی طرح ایک منقد اور سائینس دان کو بھی آخر اس کی بات کو ماننا پڑتا ہے +

ایک عیسائی گورنمنٹ اور مسلمان

صحابہ کی تکالیف اور ایک عیسائی گورنمنٹ

ایک واقعہ گذشتہ کے اسی قسم کے واقعات کو یاد دلا دیتا ہے اور اسی واقعہ کا ذکر کرتے وقت جس کا ذکر بیان کرنا ہمارا مقصود ہے انتقال ذہن تیرہ سو سال پہلے کے واقعات کیطرف ہمین لیجاتا ہے۔ ان لوگون کو جو ابتک جہلکے قایل ہین یا ایسے مہدی کے منتظر ہین جو تلوار لیکر آئیگا اور زمین کو کافرون کے خون سے بھر دیگا۔ وہ واقعات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اثناے تبلیغ حق مین پیش آئے اپنے عقیدہ سے کسی قدر مخالف ضرور معلوم ہونے چاہئیے ایک دراز عرصہ تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کفار کے ہاتھ سے سخت اذیتین اور تکلیفین اٹھاتے رہے ولیم میور جیسا آدمی جو حتی الوسع ہر ایک شہادت کو اسلام کے خلاف ہی لینا چاہتا ہے اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ابتدائی مسلمانون مین سے وہ لوگ جو غریب تھے پکڑ کر قید کر دئیے جاتے یا انکو کھلے میدانون مین جلتے ہوئے سنگریزون پر دوپہر کی سخت تیز دھوپ مین ڈالدیا جاتا تھا۔ اور جب وہ پیاس سے بیتاب ہوتے تھے تو انکی حالت بالکل بیہوشی کی ہو کر وہ نہین جانتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہین۔ اور پھر ذکر کرتا ہے کہ حضرت بلال کو جب اس طرحسے ناقابل برداشت تکلیف پہنچائی جاتی تھی تو اسوقت بھی ان کے منہ سے سوائے اسکے کوئی کلمہ نہ نکلتا تھا کہ "احد احد یعنی ایک ہی خدا ہے"۔ گویا اس تکلیف کیحالت مین خدا انکو نظر آتا تھا۔ انکے حیرت انگیز استقلال اور قوی ایمان کو دیکھکر کفار کا غضب اور بھی ان پر بھڑکتا اور پہلے سے بھی دو چند تکلیفین پہنچائی جاتین۔ جب یہ مصایب حد سے گذر گئین تو مسلمانونکو سوائے اسکے کوئی راہ نظر نہ آئی کہ اپنے املاک اور اپنے گھر بار کو چھوڑ کر محض اپنے خدا کے لیے جلاوطنی اختیار کرین اور کسی دوسرے ملک مین جاکر پناہ لین چنانچہ انکے پیارے آقا نے مغرب کیطرف اشارہ کرکے انہین کہا کہ "ادھر ایک زمین ہے جہان کسی پر ظلم نہین ہوتا وہ انصاف کی زمین ہے پس وہان چلے جاؤ جبتک اللہ کوئی اور سبیل نکالے"۔ یہ انصاف کی سرزمین جہان ان غریب مسلمانونکو بھی پناہ کی امید ملسکتی تھی کونسی سرزمین تھی۔ یہ حبش کا ملک تھا جہان کا حاکم اسوقت عیسائی تھا۔ نجاشی نام۔ چنانچہ یہ جلاوطنونکا چھوٹا سا گروہ قریبًا پندرہ شخص گھر بار کو چھوڑ کر اور اپنے رشتہ دارون کے سخت ظلمو سے تنگ آکر آخر ایک عیسائی گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت مین پناہ گزین ہوئے۔ یہ عیسائی بادشاہ ان سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اور انکو انکے مذہبی فرایض کی ادائیگی مین اسنے پوری آزادی دیکر ثابت کردیا کہ وہ عیسائی گورنمنٹ واقعی ایسی ہی تھی جہان کسی پر ظلم نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ چند ماہ بعد بہت سارے مسلمان جن کی تعداد سو کے قریب پہنچی ہوئی تھی اسی

عیسائی گورنمنٹ کے نیچے پناہ گزین ہوئے۔

جہاد اور غازی مہدی کا عقیدہ

ایسا ہی ایک اور تاریخی واقعہ اسوقت ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے جسمین صرف نامونکے تغیر کے ساتھ وہی واقعات دُھرائے جاتے ہین پہلی عیسائی گورنمنٹ کیطرح ایک اور عیسائی گورنمنٹ ہے اور اُسی قسم کے مظلوموں کا ایک اور گروہ اسکی پناہ ڈھونڈ رہا بلکہ اسکی پناہ مین آرہا ہے۔ ان جلاوطنوں کی تعداد بھی حبش کے پہلے جلاوطنوں کیطرح ابھی بہت تھوڑی ہے مفصل کیفیت اس کی یہ ہے کہ خوست علاقہ کابل مین ایک مشہور بزرگ تھے اخوندزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم۔ جو اپنے تقدس باطنی اور علوم ظاہری کے لحاظ سے سارے ملک افغانستان اور خاص دربار کابل مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے پچاس ہزار سے زیادہ انکے مرید تھے چند سال کا عرصہ گذرتا ہی کہ اس پاک باطن شخص کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض شایع کردہ کتابین اور رسایل پہونچے اور انہون نے فی الفور اپنی پاکیزہ فراست سے مسیح موعود کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کرلیا اور اسیوقت سے اپنے احباب اور مریدین سے وقتاً فوقتاً اسکا تذکرہ شروع کردیا کچھ مدت کے بعد وہ قادیان مین حضرت مسیح موعود کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ یہان اقامت کرکے جب اپنے ملک مین واپس پہنچے۔ تو بڑے بڑے عمایدکابل کو اس پاک سلسلہ کی تبلیغ شروع کی۔ اب ان عقاید مین سے جو سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات مین سے ہین۔ سب سے ضروری عقیدہ... خونی مہدی اور جہاد کا انکار ہے۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی یہی بنیاد ہے امیر افغانستان کو مروجہ عقیدہ جہاد سے یہ علیحدگی باعث خطرہ معلوم ہوئی... افغانستان مین قومی وحدت زیادہ تر تسلیم مسئلہ جہاد کی بنا پر ہے اور یہی وجہ تھی کہ خونی مہدی کے عقیدہ کو معمولی مذہبی اختلاف سے نرالا اور اپنی گورنمنٹ کے لیے مضر خیال کرکے امیر نے صاحبزادہ مرحوم کے خلاف وہ کارروائی کی جو مذہبی اختلاف کیصورت مین کبھی نہین کیجاتی تھی۔ باوجود انکی عزت و اکرام کے انکو جیلخانہ مین ڈالا گیا جہان سے آخرکار انکو سنگسار کرنیکے لیے نکالا گیا اور اس حکم کی معافی مین مبدل ہونیکی صرف ایک ہی شرط رکھی گئی یعنی یہ کہ وہ خونی مہدی اور جہاد کے عقیدہ کی صحت کو تسلیم کرلین اور اس شخص سے قطع تعلق کرلین جس نے اس عقیدہ کا انکار دنیا مین پھیلایا تھا۔ مگر شہید مرحوم نے بصد خوشی اس بات کو پسند کیا کہ انکو پتھروں سے ہلاک کیا جاوے مگر ایک لمحہ کیلیے بھی اس امر کو گوارا نہ کیا کہ حق سے انکار کرین۔ اور اسوقت بھی جب چاروں طرف سے پتھرونکی بوچھاڑ ان پر شروع ہوگئی تو انکے منہ سے وہی کلمات نکلتے تھے جو ان کی مضبوطی ایمان کو ظاہر کررہے تھے اور اس طرح پر ناظرین کے سامنے وہ نقشہ دوبارہ آگیا جب غریب صحابہ کو بکریونکی طرح خدا کی راہ مین ذبح کیا جاتا اور وہ خوشی سے اپنی جانونکو سچائی کیخاطر فدا کرتے تھے +

ایک اور مظلوم قوم اور ایک اور عادل گورنمنٹ وہ مرد پاک اس مضبوطی سے صداقت کی شہادت دیکر اس جہان فانی سے گذر گیا مگر وہ صداقت کی تخم ریزی کر چکا تھا۔ راستی گو بظاہر ایک وقت دنیوی طاقتونکے نیچے دب گئی ہوئی معلوم ہو مگر آخر کار فتح راستی کی ہی ہوتی ہے۔ بلکہ سچائی کے دبانیکے لیے جو کوششین کیجاتی ہین ان کا اثر بھی بسا اوقات مستعد دلونپر نیک ہی پڑتا ہے اور انکو راستی کی حمایت مین اور بھی مضبوط کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو ظلم شہید مرحوم پر کیا گیا اسکا یہی اثر ہوا۔ مولوی عبد اللطیف صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی سچی تعلیم کو اپنے شاگردون اور پیرؤنکے کانون تک اچھی طرح پہنچا دیا تھا۔ اب جب ان لوگون نے شہید مرحوم سے یہ بے نظیر استقامت اور ایسا صدق اور وفا کا نمونہ دیکھا تو انکے دل بھی اس سلسلہ کی صداقت پر ویسے ہی مضبوط ہو گئے مگر وہ جانتے تھے کہ امیر کے ملک مین رہ کر ان خیالات کا اظہار کرنیسے انکے ساتھ بھی سلوک ہوگا جو شہید مرحوم کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ ان مین سے چند ایک آدمیون نے اس خطرہ کو محسوس کرکے بالآخر اپنے مالوف وطنونسے ہجرت اختیار کی اور راستی کیخاطر اپنے عزیز و اقارب اور اپنی جایدادون اور اپنے وطنونکو خیرباد کہا۔ انہین سے بعض تو قادیان مین آگئے اور بعض اسی جگہ امیر کے علاقہ سے نکلکر انگریزی سلطنت کی پر امن حکومت کے نیچے آبسے کیونکہ وہان قریب ہی صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف مرحوم کی بہت ساری جایداد بھی تھی۔ یہ ایک نہایت مختصر سی جماعت ان جلاوطنونکی ہے جنکو انکی اپنی قوم کیطرفسے ان ابتدائی مسلمانونکی طرح دردناک موت کی دھمکیان اور اذیتین پہنچنے کے باعث اپنا ملک چھوڑنا پڑا اور ایک ایسی گورنمنٹ کے نیچے آکر پناہ گزین ہوئے جہان مذہب کیخاطر "کسی پر ظلم نہین ہوتا" اور جو عین اسی گورنمنٹ کی طرح منصف اور عادل گورنمنٹ ہے جسکی ہمارے ہادی اور رہبر نے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تیرہ سو سال پہلے انہین الفاظ مین تعریف کی تھی۔

انکار جہاد کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ ایک اخبار نے صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ذکر کیا تھا کہ یہ کبھی ممکن ہی نہین کہ صرف مذہبی اختلاف کیخاطر امیر افغانستان نے ایسی کارروائی کی ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ امیر کے ملک مین ہندو عیسائی اور یہودی وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہین اور کسی کے ساتھ اختلاف مذہب کیخاطر ایسا سلوک نہین کیا جاتا۔ مگر صاحبزادہ مرحوم کا اس ظالمانہ طریق سے مارا جانا بھی ایک بالکل سچا واقع ہے اور اسکی وجہ ہمنے اوپر ظاہر بھی کی ہے۔ اگر امیر افغانستان یہی سمجھتا کہ یہ صرف ایک مذہبی اختلاف ہے اور احمدی مسلمانونکے عقاید مین اور کوئی ایسا امر نہین جو اسکے لیے باعث تشویش ہو تو وہ ایک ایسے معزز اور مقتدر انسان کو اور پھر ایسے مشہور عالم اور مسلم استاد کو جسکی شاگردی کا فخر ریاست کے بعض بڑے بڑے عہدہ دارونکو بھی تھا اس بیرحمی سے قتل کرنیکی ہرگز جرأت

نہ کرتا اسے اس بات سے کیا غرض تھی کہ کوئی شخص ایک پیر کا مرید ہے یا دوسرے کا یا مثلاً اسقدر چھوٹے سے مذہبی اختلاف پر کیونکر جوش آسکتا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو زمین مین مدفون مانتے ہین جب اسکا اپنا یہ اعتقاد ہے کہ باقی تمام انبیاء اور فخر ولد آدم حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم بھی زمین مین ہی مدفون ہین حالانکہ اس سے بہت بڑے بڑے اختلاف پہلے سے مسلمان فرقوں کے اندر موجود ہین اور کوئی سلطنت ان اختلافات کیخاطر اپنی رعایا پر ایسے ظلم نہین کرتی اصل مین امیر کو ان مذہبی اختلافات سے کوئی غرض نہ تھی اصلی بات جسکے لیے اس نے یہ ساری کارروائی کی وہ مسئلہ انکار جہاد اور غازی مہدی کا انکار تھا کیونکہ غازی مہدی کا انکار ہمیشہ کیلیے مسلمانوں کے درمیان سے جہاد کے خیال کو دور کرنیوالا ہے حالانکہ اگر یہ عقیدہ رکھا جاوے کہ اسلام مین ایک ایسا مہدی آنیوالا ہے جو آتے ہی تمام کافروں کو قتل کرنا شروع کر دیگا تو اس سے یہ اصول کہ کسی غیر مسلمان کو محض اختلاف مذہب کیوجہ سے قتل کر دینا نیکی کا کام ہے زندہ رہتا ہے بلکہ طاقت حاصل کرتا ہے۔ اور یہ خیال کبھی دل سے دور نہین ہو سکتا کہ اگر مہدی کیوقت مین کفار کو قتل کرنا نیکی مین داخل ہے تو اب کیون نہین اسی خیال پر تو آج کل کے جہاد کی بنا ہے کہ مذہب کیخاطر کسی کو مار ڈالنا عین ثواب کا کام ہے اور قاتل کو جنت کا مستحق کر دیتا ہے پس جب غازی مہدی کی آمد کا عقیدہ رکھکر اس خیال کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو جہاد کی بیخکنی کیونکر ہو سکتی ہے غرضیکہ جبتک غازی مہدی کی آمد کی جھوٹی امید کی جڑ نہ کاٹی جاوے جہاد کے خیال کا دور ہونا ناممکن ہے اور دوسری طرف خونی مہدی کا انکار جو سلسلہ احمدیہ کو تمام مسلمان فرقوں سے ممتاز کرتا ہے ایسا انکا مستلزم ہے کہ جہاد سے اسوقت اور آئندہ کیلیے انکار کیا جاوے۔ یہ وجہ تھی کہ کیون امیر نے مولوی عبد اللطیف مرحوم پر اسقدر سختی کی۔ اور بے رحمی سے قتل کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ مین داخل ہوتے ہین۔ کیون امیر کے ماتحت اپنے آپ کو محفوظ نہین سمجھتے۔

اسلام کو لڑائیون کی کیون ضرورت پڑی

اسموقعہ پر چند لفظ اور بڑھا دینے نامناسب ہونگے کہ اسلام یہ تعلیم نہین دیتا جو جاہل لوگ اسکی طرف منسوب کرتے ہین یعنی یہ کہ ایک ایسا مہدی آئیگا جو مذہب کو قتل عام کے ذریعہ سے پھیلائیگا خدا تعالی نبیون اور مصلحون کو اسلیے بھیجتا ہے کہ تا وہ لوگونکو حق کیطرف بلاوین اور یہ غرض ظاہر ہے کہ تلوار کے ذریعہ سے پوری نہین ہو سکتی یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو پھیلایا بہتان ہے جو تکلیفین مسلمانون نے حق کے پھیلانے اور حق کے قبول کرنے مین برداشت کین انکی شہادت تو مخالفین اسلام کو بھی ادا کرنی پڑی ہے پھر افسوس ہے کہ مسلمان ہوکر ایسی بات منہ سے نکالیجاوے ان تکلیفون اور مصیبتونکے اندر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابتدا

مین مکہ مین برداشت کرنی پڑین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو کیا وصیت کی۔ کیا کبھی یہ بھی کہا تھا کہ تم تلوارین خریدو نہین بلکہ یہی حکم دیتے رہے کہ صبر سے برداشت کرو۔ پھر جب یہ تکلیفین حد سے بڑھ گئین تو پھر بھی یہی کہا کہ تم اپنے گھرون اور جایدادونکو چھوڑ کر کسی اور ملک مین چلے جاؤ۔ ان باتونکے ہوتے ہوئے یہ الزام دینا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا یہ کیسی بے انصافی ہے۔ پھر یہ سوال ہوگا کہ اسلام نے تلوار اٹھائی کیون۔ اسکا جواب یہ ہے کہ تلوار مجبور ہوکر اپنی حفاظت کے لیئے اٹھائی گئی۔ کفار کے ظلم حد سے گذر گئے اور انہون نے باوجود وطن چھوڑ جانیکے بھی مسلمانونکو آرام نہ لینے دیا۔ چنانچہ قرآن کریم کی وہ آیت جسمین سب سے پہلے تلوار اٹھانیکی اجازت دیگئی۔ خود اسکی وجہ بھی بیان کرتی ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (سورہ الحج - ۳۹) ان لوگونکو جنسے جنگ کیجاتی ہے اب اجازت دیجاتی ہے (کہ وہ بھی جنگ کرین) کیونکہ انپر ظلم کیے گئے اور اللہ انکی مدد پر قادر ہے۔ ان لوگونکو ناحق اپنے گھرون سے نکالا گیا صرف اسلیئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جن کفار کے بالمقابل مسلمانونکو لڑنے کی اجازت دیگئی تھی وہ نہ صرف مسلمانونکو طرح طرحکی اذیتین اور تکلیفین ہی پہنچا چکے تھے اور انکو انکے گھرونسے نکال چکے تھے بلکہ اب انہون نے مسلمانونکے خلاف تلوار بھی اٹھالی تھی۔ پس ایسی صورتین چپ رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تمام مسلمان مار ڈالے جاتے۔ مصایب کی برداشت تو حیرت انگیز طریق پر وہ کرتے رہے لیکن جب انکے لیے اور کوئی راہ نہ چھوڑا گیا یعنی انکو کاٹ ڈالنے کیلیے تلوارین ہاتھونمین پکڑ لی گئین۔ تو اسوقت مسلمانون کو یہ اجازت دیگئی کہ اب اپنی جانونکی حفاظت کے لیے یہ ضرور ہے کہ تم بھی تلوارین ہاتھ مین لو۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اسوقت مسلمانونکی تعداد کتنی تھی کل تین سو تیراں مرد باراں سال سے اوپر عمر کے تھے اور انکے بالمقابل عرب کی تمام بہادر اور جنگجو قومین انکی بیخکنی کیلیے اکٹھی ہوئی ہوئی تھین اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف اپنی جان بچانیکے لیے مجبوری کی جنگ تھی نہ اسلام پھیلانیکے لیے کیونکہ اس چھوٹی سی تعداد کے ساتھ کس انسان کے وہم وگمان مین بھی یہ بات گذر سکتی تھی کہ عرب کی تمام بت پرست قومونکو مغلوب کرکے وہ سب کو اپنا دین منوا لینگے۔ یہ واقعات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر ایک معقول پسند آدمی کو یہ یقین دلانیکے لیے کافی ہین کہ ایسے مہدی کے آنیکا عقیدہ جو اسلام نہ قبول کرنیکے سبب لوگونکو قتل کرنا شروع کردیگا ایک جھوٹا عقیدہ ہے جو اسلام کیطرف منسوب نہین ہوسکتا۔

سرحدی غازی	افغانستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ کے حصونمین اس قسم کے قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہین جن کو جہاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ابھی تازہ ہی۔دو

افسوسناک واقعات ایسے ہوگئے ہین ایک سپاہی نے لفٹننٹ کرنیل ہرمن صاحب کو جب وہ افسرونکے کھانا کھانیکے کمرے مین تھے گھسکر مارڈالا مگر قاتل اسی جگہ گرفتار کرلیا گیا۔ یہ ۱۱ فروری گذشتہ کا واقعہ ہے۔ ایسا ہی کپتان براؤن کو بھی ایک وحشی افغان نے مارڈالا۔ یہ تازہ مثالین ہین اور آئے دن ایسے قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہین گورنمنٹ کو چاہیئے کہ ان اسباب کی پوری پوری تحقیقات کرے جنسے یہ قتل کے واقعات خصوصاً اس حصہ مین جو افغان کی سرحد پر ہے ہوتے رہتے ہین رنج تو اس قسم کے واقعات سے ہرایک انسان کو ہوتا ہے مگر مسلمانونکا سب سے بڑھکر یہ فرض ہے کہ وہ ایسے واقعات سے پر زور الفاظ مین اپنی بیزاری ظاہر کرین جو انسانیت کو بدنام کرنیکے علاوہ اسلام کو خصوصاً بدنام کررہے ہین ساتھ ہی اسبات کو صاف طور پر بیان کردینا بھی اپنا فرض سمجھتے ہین کہ ایسے واقعات کی بیخکنی اسوقت تک کبھی نہین ہوسکتی جبتک اس اصول کے بطلان کو تسلیم نہ کرلیا جاوے جسپر غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کا انحصار رکھا گیا ہے۔ جو اصلاح اسبارے مین ہمارے امام اور پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کی ہے وہ نہایت قابل قدر ہے مگر افسوس ہے کہ بعض وقت اسکی ایسی کم قدری کیجاتی ہے کہ گویا یہ کوئی اصلاح ہی نہین۔ جن لوگونکا ایسا خیال ہے انکے نزدیک گویا انسانی زندگی کی کچھ بھی قیمت نہین۔ قانون کے تشدد نے ابتک ان واقعات مین کوئی بڑی کمی نہین دکھائی پس تشدد کی ایسی تجویزین جیسی مثلاً اب کیگئی ہے کہ مجرم کے علاوہ اسکے قریبی رشتہ دارونکو بھی سزائین دیجاوین صرف یہی ظاہر کررہی ہین کہ سزائین تشدد اس جرم کے کم کرنیکے لیے مفید ثابت نہین ہوا۔

اصلی علاج غازیونکی اصلاح کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگونکو یقین ہوجاوے کہ وہ کتاب مقدس جسکی طرف وہ اس تعلیم کو منسوب کرتے ہین ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتی ہے کہ ناحق کافرونکو قتل کیا جاوے صرف اسلیے کہ وہ مذہب اسلام نہین رکھتے! اور یہ کہ جہاد اور غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کو اسلام کیطرف منسوب کرنا سخت غلطی ہے جبتک ان دو امور کے متعلق ان لوگونکا مذہبی عقیدہ نہ بدل جاویگا تب تک سزا کی سختی سے کوئی فایدہ حاصل نہین ہوسکتا۔ تعجب ہے کہ ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیون کبھی اسطرف خیال نہین ہوتا اور اسکے ذمہ دار افسر کیون ان تجویزونکو عملدرآمد مین لانیکی کوئی کوشش نہین کرتے جو ایسے واقعات کو روک سکتی ہین اس قسم کی تجویزین سلسلہ احمدیہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کئی دفعہ پیش کرچکے ہین اگر یہ صحیح ہے کہ یہ قتل کے واقعات ان لوگونکے مذہبی عقیدہ کیوجہ سے ہوتے ہین تو پھر اس دوسری بات مین بھی کسی اور شک کی گنجایش نہین کہ اس مذہبی عقیدہ کی اصلاح ہی انکے دور کرنیکا ذریعہ ہوسکتی ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ اس تجویز سے

کامیابی ہونیکی امید نہین اور شاید لوگ اپنے عقیدہ کی غلطی پر مطلع ہوکر بھی اسکی اصلاح نہ کرین تو یہ صحیح نہین عملی طور پر ہم دیکھ چکے ہین کہ یہ علاج بہت موثر ثابت ہوا ہے۔ انہین لوگونمین سے مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف مرحوم بھی تھے جنہون نے ایکدفعہ غازی مہدی کے آنے اور جہاد کے عقیدہ کی غلطی کو دیکھ لیا تو موت کو قبول کیا۔ مگر راستی کو نہ چھوڑا اور انہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو اپنے گھر بار کو چھوڑ رہے ہین مگر اس حق اور راستی کو نہین چھوڑ سکتے کہ غازی مہدی کے آنیکا عقیدہ غلط ہے۔ یہ واقعات ہین اور گورنمنٹ بطور خود تحقیقات کر کے انکی تصدیق کر سکتی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے واقعی بعض لوگون پر یہ اثر ہوا ہے تو کوئی وجہ نہین کہ باقی کے متعلق یہ امید نہ رکھی جاوے اگر گورنمنٹ اس تجویز کو عمل مین لاوے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے اس میموریل مین پیش کی تھی جو گورنمنٹ آف انڈیا کو جلسہ دربار تاجپوشی ملک معظم کے موقعہ پر دیا گیا تھا اور جو اس میگزین مین بھی جنوری ۱۹۰۳ء مین چھپ چکا ہے اور یا اس سلسلہ کی پر زور تحریرین جو جہاد اور غازی مہدی کے عقیدہ کے خلاف ہین سرحدی ممالک مین کثرت سے شایع کرنے مین مدد دے تو یقین ہے کہ بہت جلدی وہ لوگ اپنے انگریز حکمرانون کو اور نظر سے دیکھنے لگین گے۔ ہم خصوصیت سے اس سلسلہ کی تحریرونکا ذکر کرتے ہین کیونکہ یہ تحریرین اپنا مقناطیسی اثر انہین قومون مین سے ایک پر ثابت کر چکی ہین۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ اور تحریرین کبھی اس مقصد کے حل کرنے مین کامیاب نہین ہو سکتین کیونکہ جو تحریرین غازی مہدی کی آمد کے عقیدہ کو شایع کرتی ہین وہ اس اصول کی ممد ہین جس اصول پر یہ قتل کے واقعات ہو رہے ہین اور اسلیے وہ جہاد کے اصول کی پوری پوری معاون ہین یا زیادہ سے زیادہ ایک حد تک تو ضرور معاون ہین۔ پس ایسے لوگونکے درمیان جن کو ایک عقیدہ نے پہلے ہی مذہبی دیوانے بنا رکھا ہے اس قسم کی تحریرون کی اشاعت سے کسی بہتری کی امید نہین ہو سکتی ایسی تحریرون کا انکے درمیان شایع کرنا انکو یہ کہنے کے برابر ہے کہ اصول تو یہ ٹھیک ہے کہ کفار کو قتل کر دینا چاہیئے کیونکہ وہ عظیم الشان امام مہدی جب آئیگا تو وہ بھی قتل ہی کریگا۔ مگر مصلحت وقت کے لحاظ سے اسوقت ایسے قتل کے واقعات کا ہونا مناسب نہین۔ کیا ایسی وعظ سے وہ لوگ ایسے واقعات کے کرنے سے رک جاوینگے۔ ہرگز نہین۔ یہ وقت ہے کہ انگریزی افسرونکی قیمتی زندگیونکی حفاظت کے لیے گورنمنٹ اس تجویز پر غور کرے۔ اخیر مین ہم یہ بھی کہین گے کہ دو لاکھ آدمیون کا سلسلہ احمدیہ مین داخل ہوکر جہاد اور غازی مہدی کے عقیدہ سے اپنی بیزاری ظاہر کرنا اس پہلو سے گورنمنٹ کے لیے ایک مفید امر ثابت ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالے اس سلسلہ کی ترقی اس فایدہ کو اور بھی نمایان کر کے دکھلاوے گی +

"الوصیّت"

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ

یعنی ان کو کہدے کہ میرا خدا تمہاری پرواکیا رکھتا ہے اگر تم بندگی نکرو اور دعامین مشغول نہ ہو

دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگونکے حال پر رحم کرے آپ صاحبونکو معلوم ہوگا کہ مین نے آج سے قریبًا نو ماہ پہلے الحکم اور البدر مین جو قادیان سے اخبارین نکلتی ہین خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی الٰہی شایع کرائی تھی کہ:۔ **عفت الدیار محلہا و مقامہا** یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانیکو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہیگی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وباہر یک جگہ عام طور پر پڑیگی اور سخت پڑیگی۔ دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰ و ۲۱ صفحہ ۱۵۔ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون سنہ ۱۹۰۴ء اب مین دیکھتا ہون کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ مین نے اسوقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہین بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ **موتا موتی** لگ رہی ہے کہ مین بیدار ہوگیا اور اسیوقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے مین نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہوجاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کیلیے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے اب اس دریا سے پار ہونیکے لیے بجز تقوے کے اور کوئی کشتی نہین مومن خوف کے وقت خدا کیطرف جھکتا ہے کہ بغیر اسکے کوئی امن نہین۔ اب دکھ اٹھاکر اور سوز و گداز اختیار کرکے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی مین محو ہوکر اپنی قربانی آپ ادا کرو اور تقویٰ کی راہ مین پورے زور سے کام لیکر اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اسکا غصہ تھم جاتا ہے مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہین نہ مردوں کی لاشون کو دیکھکر۔ وہ خوف کرنیوالونکے سرپر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے جاہل کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی کیون ٹل گئی لیکن اگر خدا مین یہ عادت نہ ہوتی کہ دعا اور صدقہ اور خیرات اور گریہ اور بکا سے اُن بلاؤنکو دور کردیتا جنکا اس نے ارادہ کیا ہے یا جن بلاؤن اور عذابونکو نبیون کی معرفت ظاہر کرچکا ہے تو دنیا کبھی کی ہلاک ہوجاتی۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہوجاؤ۔ خدا کیطرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو اور اگر یہ نہین تو بیمار کی طرح افتان خیزان اس کی [illegible] کے دروازہ تک اپنے تئین پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہین تو مردہ کی طرح اپنے اٹھائے جانیکا ذریعہ صدقہ خیرات کے راہ سے پیدا کرو نہایت تنگی کے دن ہین اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے آج محض زبانی لاف و گزاف سے تم پار نہین ہوسکتے ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ

٭ ۲۶۔ ۲۷ فروری کی شب درمیانی مراد ہے۔

رحیم وکریم خوش ہو جائے اپنی خلوتونکا ہونکو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ اپنے دلوں پر سے ناپاکیونکے زنگ دور کرو۔ بیجا
کینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اسکے کہ وہ وقت آوے کہ انسانونکو دیوانہ سا بنادے
بیقراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بنجاؤ۔ عجیب بدبخت وہ لوگ ہین کہ جو مذہب صرف اسبات کا نام رکھتے ہین
کہ محض زبان کی چالاکیوں پر سارا دار ومدار ہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو پس اگر تم اپنی خیر چاہتے
ہو تو ایسے مت بنو۔ عجب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس امارہ کیطرف ایک نظر بھی اٹھا کر نہین دیکھتا اور
بدبودار تعصب سے دوسرونکو بدزبانی سے پکارتا ہے پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھلی ہے سو تقوے سے
پورا حصہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤن مین لگے رہو تا تم پر رحم ہو تم مین سے کون ہے
کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے ایسا
ہی تم خدا کو راضی نہین کرسکتے جبتک پورے طور پر متقی نہ بنجاؤ۔ اپنے دشمنونکے نفسانی جوشونکا مقابلہ مت کرو
تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر وہ تمہین
ستاوین اور دکھ دین یا تمہین جوش دلانیکے لیے میری نسبت سب وشتم اور دشنام دہی اور ہنسی کا طریق اختیار
کرین تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلون اور انکے دلونکو آسمان پر دیکھتا ہے تمہین بدلہ دے یقیناً
سمجھو کہ یہ وہ دن آرہے ہین کہ جبسے دنیا پیدا ہوئی ایسی سختی کے دن کبھی عام طور پر دنیا پر نہین آئے ایسا ہوا
تا وہ پیشگوئیان پوری ہو جائین جو ابتدا سے نبیون نے کی تھین۔ خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی خبر
مجھکو دی تھی جو براہین احمدیہ مین شائع ہو چکی تھی۔ پھر اسوقت خبر دی جب یہ ملک اس بیماری سے پاک تھا وہ
خبر بھی شایع ہو چکی۔ اور پھر طاعون کے اس سخت حملہ کی خبر جو عنقریب ہونیوالا ہے۔ یہ اسلیے ہوئی کہ تا لوگ
متنبہ ہو جائین ان چالاک لوگونکی پیروی مت کرو جنکے دل گندے اور نجاست سے بھرے ہین جو دوسرونکو
خدا کیطرف بلاتے اور آپ اس سے دور ہین۔ خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کس کی زندگی لعنتی اور کسکی زندگی پاک ہے
پس تم ایسے دردناک دعاؤن مین لگ جاؤ کہ گویا مر ہی جاؤ تا دوسری موت سے خدا تمہین بچا وے دنیا کیلیے بڑی گھبراہٹ
کے دن ہین مگر دنیا نہین سمجھتی لیکن کسی دن سمجھے گی دیکھو مین اسوقت اپنا فرض ادا کرچکا ہون اور قبل اسکے کہ
تنگی کے دن آوین مین نے اطلاع دیدی ہے۔ اب مین ختم کرتا ہون۔

مکرر یہ کہ گذشتہ بالا نصایح اور ہدایات سے ایسا نہین سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا یہ منشا ہے کہ طاعون کے غلبہ کے
دنون مین اپنے گھرون سے باہر نہین نکلنا چاہیئے بلکہ برعایت قواعد طبیہ بہتر ہوگا کہ جس گاؤن یا کسی شہر کے محلہ مین
یہ مرض پھیلتی معلوم ہو فی الفور اس گاؤن یا محلہ کو چھوڑ دیا جائے اور اسی شہر یا گاؤن کے باہر آبادی سے کچھ
کچھ فاصلہ پر معہ اہل وعیال نکلکر کسی جھونپڑی مین گذارہ کرلینا چاہیئے ہان کسی دوسرے شہر یا گاؤن کیطرف

بھاگ کر نہین جانا چاہئے کیونکہ یہ ان لوگون پر ظلم ہے جن کی بستی ہنوز طاعون سے پاک تھی اور اندیشہ ہے کہ بباعث ان لوگون کے جو کسی آلودہ شہر یا گاؤن سے آتے ہین اس جگہ مین بھی طاعون پھوٹ پڑے پس جو شخص اپنی ہمدردی کرتا ہے چاہئے کہ وہ دوسرونکی ہمدردی کا بھی خیال رکھے۔

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء

ریویو

ہمارے پاس دو انگریزی رسالے "مین نے کیون اسلام قبول کیا" اور "پیغمبر اسلام" صلے اللہ علیہ وسلم بغرض ریویو پہنچے ہین جو ڈاکٹر انشی کنت چٹوپادھیا مولوی محمد عزیز الدین پرنسپل حیدرآباد کالج کی تصنیف ہین ہمین یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ ان رسالونکا مصنف وسعت علمی کے لحاظ سے معمولی آدمی نہین انہون نے بہت مدت تک مختلف ممالک مین پھر کر مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا اور آخر کامل تحقیقات اور غور کے بعد سب پر اسلام کو ترجیح دی ہے! اول اول یورپ مین جاکر وہ فلاسفرونکے اس سکول کے مداح رہے جسکا قایمقام ہندوستان مین برہمو سماج ہے۔ بعدازان جرمنی مین جاکر بدھ مذہب کا مطالعہ شروع کیا جسکی اعلےٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم نے مدت تک انکو اپنی طرف کھینچے رکھا مگر آخرکار وہ اس صحیح نتیجہ پر پہنچے کہ یہ تعلیم عملی رنگ مین دنیا کیلیے مفید نہین بلکہ فطرت انسانی کے تقاضاؤنکے خلاف ہے۔ پھر وہ پیرس مین اور وہانسے سینٹ پیٹرزبرگ مین چلے گئے۔ فرانسیسی زبان کو سیکھنے کے بعد وہ رینن کے مداح ہوئے اور اسی اثر کے نیچے شامی زبانون اور شامی مذہبونکے مطالعہ کیطرف انکی طبیعت متوجہ ہوئی چنانچہ کچھ مدت تک وہ مختلف مذاہب کی خوبیونپر ایک کو دوسرے کے بالمقابل رکھکر غور کرتے رہے یعنی ایک طرف یہودیون برہمنون اور زردشت کے مذہب پر اور دوسریطرف اسلام عیسائیت اور بدھ مذہب پر۔ عیسائیت مین انہون نے رومن کیتھولک مذہب کو باقی فرقونپر ترجیح دی۔ مگر ایک طرف عیسائیت کے کفارہ اور ابدی جہنم کا عقیدہ اور دوسریطرف رومن کیتھولک فرقہ کا عقیدہ پوپونکی عصمت کے متعلق انکو اسبات کی اجازت نہ دیتا تھا۔ کہ وہ عیسائی مذہب مین شامل ہون اسی تذبذب کیحالت مین وہ ہندوستان کو واپس آئے جہان پہلے عرصہ تک کچھ صوفی کا مطالعہ کرتے رہے اور بعدازان زردشت کے مذہب اور اسلام کیطرف خاص توجہ کی کیونکہ

انپر ابھی تک انہون نے کافی طور پر غور نہین کیا تھا۔ اسلام کے اصول پر غور کر کے وہ بہت مدت سے اس نتیجہ پر پہنچ
چکے تھے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے مگر بعض خارجی واقعات کے سبب سے اس عقیدہ کا اعلان نہین کیا کئی سال انکو
گذر گئے آخر ۲۶ اگست ۱۹۰۴ء کو انہون نے ایک مجلس مین عام طور پر یہ اعلان کر دیا اور اس جگہ ایک لیکچر کے
اثنائے مین اپنے اسلام قبول کرنیکے وجوہات بھی بیان کیے یہی لیکچر اسوقت رسالہ کی صورت مین چھپا ہوا موجود ہے
قبولیت اسلام کی بڑی وجوہات تین بیان کیگئی ہین جو مختصر طور پر یہ ہین کہ اسلام ایک تاریخی معقول
اور عملی مذہب ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام بھی اسلام کی اس خوبی سے انکار نہین کر سکتے۔ پروفیسر
باسورتھ سمتھ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے جسنے اثنائے لیکچر مین کہا "مسیح کی زندگی کے ایک چھوٹے سے حصے
کے بعض واقعات کی ہمین بیشک خبر ہے مگر اس تیس سالہ زندگی کا پردہ کون اٹھا سکتا ہے جو دراصل تین
سال کی زندگی کیلیے بطور تیاری کے تھے۔ مگر اسلام مین یہ صورت نہین۔ یہان بجائے قصون اور کہانیون
اور تاریکی کے ہمین روشنی اور تاریخی واقعات نظر آتے ہین۔ یہان یعنی مذہب اسلام مین نہ کوئی شخص اپنے نفس
کے دھوکہ مین آسکتا ہے اور نہ دوسرونکے دھوکے مین۔ بلکہ ہر ایک واقعہ پر دن کی روشنی ایسی صاف صاف
پڑتی ہے جیسا ممکن ہے"۔ اسکے بعد اسلام کے معقول مذہب ہونے پر بحث کیگئی ہے۔ اسلام کے دو ہی اصول
ہین یعنی اللہ تعالے کی ہستی اور توحید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ توحید ایک ایسی اعلے درجہ
کی سچائی اور حقیقت ہے جو فطرت انسانی مین منقوش ہے اور جس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔ یہان نہ
تثلیث کے داخل ہونیکے لیے کوئی جگہ ہے اور نہ تیس کروڑ دیوتاؤنکے لیے۔ باقی رہا رسالت کا مسئلہ سو وہ
بھی ہر ایک عقلمند انسان کو ماننا پڑتا ہے کہ جب کبھی وہ اصل اصول جنپر ہماری اخلاقی اور مذہبی زندگی کی
بنیاد ہے تاریکی کے نیچے دب جاتے ہین یا دلونسے بھول جاتے ہین جب کبھی انسان بکلی دنیا پر جھک پڑتے
ہین اور دنیا کی حرص کی قید مین پھنس جاتے ہین جب کبھی دنیا مین گناہ کا زور اور سیلاب آتا ہے اور دنیا دہریت
کیطرف چلی جاتی ہے ایسے اوقات مین قومون کی زندگی مین ایسے انسان پیدا ہوتے ہین جو اپنی پیدایش سے
ہی ایسے محفوظ رہتے ہین کہ گویا وہ دنیا کے نہین ہوتے بلکہ خدا کے رسول اور نبی کہلانے چاہئین جنکا مقصد صرف یہی
ہوتا ہے کہ انسانونکو وہ باتین یاد دلاوین جو وہ بھول گئے ہین اور انباتونکو تازہ کرین جو گم ہو چکی ہین"۔ اور اسلام کی حقانیت
کے ان دو زور آور دلایل کے تیسری دلیل یہ دیگئی ہے کہ یہی ایک مذہب ہے جو انسان کی عملی زندگی کے مطابق اور
عملی طور پر اسکا رہنما ہو سکتا ہے۔ بدھ اور مسیح کی تعلیم کو بعض وقت کامل کہا جاتا ہے مگر یہ کمال ایسا ہے جو محض
خیال ہی خیال ہے۔ ان لوگونکے لیے جنہین تمدنی صورت مین رہنا چاہیے اور دنیا کے دھندے کرنے پڑتے ہین بعینہ
کمال یہ ہے کہ وہ اصول انکی عملی زندگی کے مطابق حال ہون انسانی ضروریات پر غور کر کے جو اصول سب سے

زیادہ ان ضروریات کے مطابق حال اور عملی طور پر مفید ہوں وہی ہمارے نزدیک کامل ہونگے اس معیار کے رو سے صرف مذہب اسلام کے اصول ہی کامل ہونیکے دعویدار ہو سکتے ہین اسیوجہ پر اسلام نے تعدد ازدواج کو بھی جایز رکھا ہے۔ نکاح کے قانون جو اسلام نے تجویز کیے ہین وہی ایسے قانون ہین جو انسانی ضروریات کو مدنظر رکھکر انسان کی تمدنی روحانی اور اخلاقی بہتری کا ذریعہ ہو سکتے ہین اور ایسا ہی اسلام کی ہر ایک اخلاقی تعلیم مین یہی خوبی ہے جسکی نظیر دوسرے مذاہب مین نہین پائی جاتی۔

دوسرا رسالہ "پیغمبر اسلام" مختصر طور پر بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی عظیم الشان تبدیلی کر دکھائی اور اخیر پر بعض اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو لوگ انگریزی پڑھ سکتے ہین وہ ان دونوں رسالوں سے ضرور فایدہ اٹھاوین پہلے کی قیمت ۴ر اور دوسرے کی ۸ر ہے۔ اور چادر گھاٹ حیدرآباد دکن سے ملسکتے ہین +

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یکم فروری ۱۹۰۵ء (۱) اِنِّیْ مَعَ الرُّوْحِ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ۔

(۲) انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔

(۳) ایک رؤیا دیکھی کہ ایک کاغذ ہے جسکے اوپر کی دو تین سطر فارسی خط مین ہین باقی سب انگریزی ہے اسکا مطلب یہ سمجھ مین آیا کہ گویا کوئی میرا نام لیکر کہتا ہے کہ دو سو پچاس روپیہ انہین دیا جاوے۔

---

۲۰ فروری ۱۹۰۵ء شنبہ (۱) حضور کی طبیعت ناساز تھی حالت کشفی مین ایک شیشی دکھائی گئی جسپر لکھا ہوا تھا خاکسار پیپرمنٹ

(۲) انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون۔

---

۲۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ رؤیا مین دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ موتا موتی لگ رہی ہے۔

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳- مارچ ۱۹۰۵ء - کوئی شخص ہے اس سے مین کہتا ہون کہ تم حساب کرلو مگر وہ نہین کرتا اتنے مین ایک شخص آیا اور اسنے ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہین اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کی طرح ہے مگر انسان نہین بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اس نے دونون ہاتھ روپونکے بھر کر میری جھولی مین ڈالدیئے ہین تو وہ اسقدر ہو گئے ہین کہ مین انکو گن نہین سکتا۔ پھر مین نے اسکا نام پوچھا تو اسنے کہا میرا کوئی نام نہین دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی مین نے بہت سا مال دیکھکر دل مین کہا کہ فلان حاجتمند کو کچھ دیدونگا۔ اور ایک حاجتمند دکھایا گیا خستہ حال قابل رحم۔

۶- مارچ ۱۹۰۵ء - تھوڑی سی غنودگی ہوئی تو دیکھتا ہون کہ یہ مکان جواب بن رہا ہے۔ (جسکا اشتہار کشتی نوح مین دیا تھا) سامنے آگیا ہے اسپر ایک معمار بیٹھا ہے۔ اس نے کہا مبارک۔ مین نے کہا خیر مبارک

اطلاع

(۱) ترسیل روپیہ یا خط کتابت کرتے وقت نمبر خریداری نہ لکھنے کی صورت مین شکایت توقف یا عدم تعمیل یا عدم جواب بیجا تصور ہو گی۔

(۲) جملہ خط وکتابت متعلق میگزین بنام منیجر میگزین ہونی چاہیئے نہ کسی مالک یا منیجر مطبع یا دیگر صاحب کے نام۔ کیونکہ اس سے حرج و طوالت کام کا احتمال ہے +

منیجر میگزین

مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہین سب احباب کو چاہیئے کہ مستقل اور ہمیشہ چندو نسے مدرسہ کی اعانت کرین۔ مدرسہ کے متعلق تمام رقوم بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام آنی چاہئین۔ رسیدین اخبار مین طبع ہوا کرین گی +

نورالدین - امین مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔

ضروری اطلاع

رسالہ نورالدین جس مین فاضل مصنف نے بعد نظر ثانی کسیقدر اضافہ کیا ہے خوشخط و عمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہے قیمت علاوہ محصولڈاک ۸ ہے۔ درخواستین اس پتہ پر ہون

سیٹھ عبدالاحد ہدایت اللہ جنرل مرچنٹ و کمیشن ایجنٹ کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر

منشی محمد افضل صاحب نے اپنے مطبع انوار الاسلام مین منیجر صاحب میگزین کے لیے چھپا